اَلْحَقُّ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰی

مرزائی حقیقت کا اظہار

(۱) (۲) (۳)

از محمد عبدالعلیم الصدیقی القادری
متوطن محلّہ مشائخ شہر میرٹھ، ہندوستان

بجواب

اشتہار "حقیقت کا اظہار"

از حافظ جمال احمد مرزائی مقیم روز ہل مارشس

بہ دوران سفر جزائر ۱۹۲۹ء

فیضان مدینہ پبلیکیشنز کاموںکی، گوجرانوالہ

فہرست مضامین

مُبَسمِلاً وَحَامِدًا وَ مُحَمِّدًا جَلَّ وَعَلا
وَمُصَلِّيَا وَ مُسلِّمًا مُحَمَّدًا سلم اللّٰهُ عَلَيهِ وَصلّی

مرزائی حقیقت کا اظہار

اَلْحَمدُ لِلّٰہِ وَحدَہٗ وَ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعدَہ

اَمَّا بَعد:

ایک اشتہار بعنوان ''حقیقت کا اظہار'' نظر سے گزرا۔ اگرچہ ایسی بے سرو پا عامیانہ تحریر کے جواب کی نہ مجھے فرصت نہ حقیقتاً اس کی کوئی اشد ضرورت مگر محض بدیں نیت کہ مبادا کوئی سادہ لوح اس تحریر کے سبب غلط فہمی کا شکار ہو جائے امر واقعہ کے اظہار کی ضرورت ہوئی۔ مشتہر صاحب وہی بزرگ ہیں جنہوں نے روز بل سینما کے مرزائی جلسہ میں یہ بیان فرمایا تھا کہ انہوں نے میرے نام کوئی خط لکھا ہے جس میں مجھ کو مناظرہ کا چیلنج دیا ہے۔

میں بعض ثقہ حضرات کی اس روایت کی بناء پر منتظر تھا کہ وہ خط میرے پاس آئے تو چیلنج دینے والے صاحب پر ان کی خواہش کے مطابق بذریعہ مناظرہ بھی اتمام حجت کر دوں مگر آج تک ان کے اس خط کے انتظار ہی انتظار میں رہا اور اب اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ بھی لوگوں کو دھوکہ دینے اور اپنی بڑائی جتانے کیلئے ایک لغو حرکت تھی جب ان کے مقتداء جناب مرزا صاحب حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کو دعوت مناظرہ دینے اور ان کو مباہلہ پر مجبور کرنے کے باوجود لاہور نہ پہنچے اور بہانہ بازیاں کیں،

مولوی ثناء اللہ کو پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے قادیان بلایا اور منہ نہ دکھایا تو چیلے کے لئے اتنا جھوٹ بولنا کیا دشوار تھا۔ میں نے مارشس میں آتے ہی یہ اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص جس دینی مسئلہ کو سمجھنا چاہے میرے پاس جامع مسجد پورٹ لوئس میں ۱۰ بجے سے ۴ بجے سہ پہر تک کسی وقت آئے اور سمجھ جائے چنانچہ بمنہ تعالیٰ اس عرصہ میں روزانہ آنے والوں اور مسائل سمجھنے والوں کا اس قدر ہجوم رہا کہ مجھ کو خواب و خور کی بھی فرصت بدقت ملتی تھی۔ اسی سلسلہ میں بہت سے مرزائی بھی آئے اور الحمد للہ کہ جو آئے میرے پاس سے نہ صرف لاجواب ہو کر بلکہ اطمینان پا کر ہی گئے ان میں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی وہ الحمد للہ تائب ہو کر جماعت مسلمین میں شامل ہو گئے۔

روشن بھنو نامی ایک شخص نے یہ پیام بھیجا کہ وہ مع اپنے قریبی رشتہ دار چھ سات آدمیوں کے مجھ سے مل کر بعض مسائل کو سمجھنا چاہتا ہے اور اگر اس کا اطمینان خاطر ہو جائے تو مرزائیت سے تائب ہونے کیلئے تیار ہے۔ اپنی بعض مصالح کے سبب جامع مسجد میں آنا نہیں چاہتا بلکہ ترودوبس میں جناب حاجی وزیر علی صاحب کے مکان پر آسکتا ہے۔ میں نے باوجود مشاغل کثیرہ یہ زحمت بھی گوارا کی اور تقریباً ۳۰ میل کا سفر کر کے وہاں بھی پہنچا۔ روشن بھنو وہاں بجائے چھ سات کے پچاس ساٹھ آدمیوں کے ساتھ موجود تھا۔ میں نے اس سے کہا بسم اللہ تمہیں جو دریافت کرنا ہے پوچھو؟ اس نے کہا کہ میں خود کچھ نہیں دریافت کرتا بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ آپ ہمارے حافظ صاحب (انہی مشتہر صاحب) سے مناظرہ کریں اور ہم سنیں اور فیصلہ کریں۔ میں نے جواب دیا کہ یہ آپ کی خواہش ہے مگر وہ آپ کے حافظ صاحب بھی مناظرہ

کیلئے تیار ہیں یا نہیں؟ اس لئے کہ میں تو عرصہ سے ان کے خط کے انتظار میں ہوں جس کا انہوں نے جلسہ روز ہل سینما میں اعلان فرمایا تھا۔ میں آپ کی خواہش کے مطابق ان سے مناظرہ کیلئے بھی تیار ہوں بشرطیکہ وہ اپنا دستخطی اقراری خط میرے پاس بھیجیں جس میں یہ لکھیں کہ کن مسائل پر کن شرائط کے ساتھ کس وقت اور کہاں مناظرہ فرمانا چاہتے ہیں۔ ان کا خط آنے کے بعد میں ان شرائط پر غور کروں گا اور جب میری اور ان کی باہم رضامندی سے شرائط مناظرہ تحریری طور سے طے ہو جائیں گے تو ان شرطوں کے مطابق مناظرہ کرلوں گا تاکہ ایک فیصل کن صورت آپ کے سامنے آجائے اس کے جواب میں بھنو نے کہا کہ بہت اچھا آپ اپنی اس بات پر پکے رہیں میں انہیں کی دستخطی اقراری چٹھی جس میں سب شرطیں وغیرہ لکھی ہوں گی آپ کو خود پہنچاؤں گا۔ غالباً بھنو نے اس بات پر قسم بھی کھائی اور اس وقت رخصت ہوا لیکن کئی ماہ گزر گئے آج تک وہ تحریر نہ آنی تھی نہ آئی۔ اس دوران میں کسی شخص عبدالرحیم اور بھنو نے مجھے لکھا کہ آپ فلاں جگہ فلاں وقت ہمارے حافظ صاحب سے مناظرہ کیلئے آیئے۔ میں نے اس کے اس وعدہ کے بعد ایسے لغو خط کو ردی سمجھ کر پھینک دیا تھا مگر میرے بعض احباب نے مناسب سمجھا کہ اس کو اس کا وعدہ یاد دلائیں شاید کہ وہ بھول گیا ہو چنانچہ انہوں نے دوبارہ بذریعہ رجسٹرڈ خطوط اس کو اس کے وعدہ کے الفاظ یاد دلائے اور یہ بھی جتا دیا کہ اگر تم اپنے حافظ صاحب کی تحریر نہ بھیجو گے تو یہ سمجھا جائے گا کہ (مدعی سست گواہ چست) تمہارے حافظ صاحب مناظرہ سے گریز کرتے ہیں مگر ان احباب کی ان تحریروں کا بھی اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

بالآخر برادر دینی و یقینی شیخ عبدالرحیم صاحب کے مکان پر (جو اس سلسلہ میں مع اپنے بڑے قبیلہ کے مرزائیت سے تائب ہوئے ہیں) میں نے اپنے دوران وعظ میں اس کل مضمون ورقعہ کا اظہار کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ اب میں عنقریب اس جزیرہ سے روانہ ہونے والا ہوں۔ مزید اتمام حجت کیلئے تمام مرزائیوں کو یہ سنا دینا چاہتا ہوں کہ اگر ان کے حافظ صاحب اپنے اعلان کے مطابق مجھ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر وہ موجودہ خط میرے پاس بھیجیں اور مناظرہ کرلیں۔ ورنہ ان کے اس جھوٹ کا سب پر اظہار اور ان کا مناظرہ سے فرار عالم آشکار ہو جائے گا۔ میں یہ کہہ ہی رہا تھا کہ مرزائی احاطہ کی دیوار کے پیچھے سے کسی پردہ نشین نے یہ بانگ بے ہنگام بلند کی کہ آپ جو کہہ رہے ہیں لکھ کر ہمارے پاس بھیج دیں تب ہم شرائط مناظرہ وغیرہ سب لکھ بھیجیں گے۔ میں نے اس کے جواب میں فوراً للکار کر کہا کہ یہ پردہ کے پیچھے کون بولتا ہے جس کو بولنا ہو سامنے آئے اور تمیز کے ساتھ جو بات کہنی ہو کہے۔

میری اس للکار کے بعد وہ آواز بند ہو گئی۔ بعض تجربہ کار احباب نے بعد جلسہ بتایا کہ وہ آواز حافظ صاحب موصوف ہی کی تھی۔ پھر میں نے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ میں محبت کے ساتھ دین حق کی تبلیغ کر رہا ہوں مجھے ضرورت نہیں کہ کسی کو مناظرہ کا چیلنج دوں ہاں اگر کوئی مجھ سے مناظرہ کرنا چاہے تو میں بسروچشم اس کیلئے تیار ہوں۔ اگر مرزائیوں کو تحریری چیلنج دوں تو مجھے چاہیئے عیسائی۔ بدھسٹ۔ سناتنی۔ آریہ۔ سب کو ایسی ہی تحریر بھیجوں ورنہ ان کو باتیں بنانے کا موقع ملے گا۔

اس کے بعد میں چوبیس گھنٹے تک مرزائی حافظ صاحب کی تحریر کا منتظر رہا لیکن چوبیس گھنٹے کجا آج تک نہ وہ خط ہے نہ اس کی کوئی خبر۔

مناظرہ سے مرزائی حافظ صاحب کا فرار اظہر من الشمس ہو گیا اور شاید خود ان کے فرقہ کے لوگوں نے ان کو ان کے جھوٹے وعدے اور جھوٹے اعلان پر پھر میری تقریر کے دوران میں بولنے اور میرے بلانے کے باوجود سامنے نہ آنے پر شرمندہ کیا ہوگا اور ان کو یہ فکر دامنگیر ہوئی ہوگی کہ کہیں لگی لگائی روزی ہاتھ سے نہ جاتی رہے اس لئے کہ اب قادیانی فنڈ کی آمدنی بھی برادرم شیخ عبدالرحیم کے تائب ہونے کے بعد کم ہو گئی تو مجبور ہو کر جناب حافظ صاحب نے اشک شوئی کیلئے وہی اشتہار بازی کا طریقہ اختیار کیا جو ہمیشہ مرزا صاحب اور ان کے پیروؤں کا شعار رہا ہے۔ تا کہ ادھر اشتہار کی سرخی میں میرا نام ہونے کے سبب ان کا اشتہار فروخت ہو آمدنی کی صورت نکلے ادھر مرزائیوں کو تسلی دینے کا بھی موقع ملے کہ ہم نے اور کچھ نہیں تو بے سروپا اشتہار ہی دے دیا۔ ان کو یہ یقین ہے کہ مسلمانان مارشس کے پاس کوئی اُردو کا پریس نہیں کاتب نہیں پتھر نہیں پھر جواب چھاپیں گے تو کیونکر۔ پھر میرے متعلق بھی یہ یقین ہو گیا کہ پا بر کاب ہوں اور عدیم الفرصت لہذا اس موقع کو غنیمت جان کر اشہار چھاپا کہ اسی بہانہ سے مرزائیوں پر رعب جم جائے اور یہ کہنے کا موقع ملے کہ دیکھو ہمارے اشتہار کا کسی نے جواب نہ دیا۔

مگر انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ الحمدللہ خدام دین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم آلہ وصحبہ اجمعین وسلم ہر خدمت دین کیلئے ہمیشہ مستعد رہتے ہیں۔ چنانچہ ان کی تحریر کا

جواب بھی حاضر ہے۔ وھو ھذا

میں یقیناً اسی اصول حکمت سے کام لے کر جس کی ہدایت قرآن حکیم نے فرمائی بہت محبت کے ساتھ بے دینوں کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں اور بمنہ تعالیٰ کامیاب ہوتا ہوں۔ نہ کسی پر حملہ کرتا ہوں نہ کسی کا دل دکھاتا ہوں' جس کا عملی ثبوت اسی سے مل سکتا ہے کہ جزیرہ بھر کے ہر اُس پبلک جلسہ میں جہاں میں نے تقریر کی ہمیشہ کثرت کے ساتھ غیر مسلم حضرات شرکت فرماتے رہے اور ہر فرقہ کے افراد میرے طرز کلام کی داد دیتے ہوئے ہی رخصت ہوئے حتیٰ' واکوئے کے ایک جلسہ میں تو ایک پادری صاحب نے بے ساختہ ایسی بے نظیر مختصر تقریر فرمائی جو ان کے اسلام سے قریب تر ہونے پر دلالت کر رہی تھی۔ دوسرے ایک انگریز رئیس نے نہایت مناسب الفاظ میں طرز تقریر کی داد دیتے ہوئے اس کی تائید کی۔ نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ انہی تقریروں سے متاثر ہو کر اس وقت تک تقریباً پچاس آدمی مشرف باسلام ہو چکے ہیں۔ ہاں چونکہ کفر مرزائیت سے تائب ہونے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ یہی حافظ صاحب پر شاق' تو اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں' میں نے ہرگز ہرگز کبھی کسی پر حملہ نہیں کیا ہاں جب مرزائیوں کی طرف سے مناظرہ کی چٹھی کی جھوٹی خبر گرماگرمی کے ساتھ مشہور کی گئی تو مجبور ہوا کہ کھلے طور پر لوگوں کو مرزائیت کی حقیقت سے آگاہ کر دوں۔ اس سلسلہ میں بھی جو الفاظ حافظ صاحب کو گراں گزر سکتے ہیں وہ میرے نہیں بلکہ خود مرزا صاحب ہی کے کلمات ہیں میں صرف ان کا دہرانے والا ہوں چنانچہ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) محمدی بیگم سے نکاح اور اس کے شوہر کے انتقال کی پیش گوئی کے متعلق جناب مرزا صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔

(ا) اس پیش گوئی کی دوسری جزو پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔ (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۴)

(ب) یہ تمام امور جو انسانی طاقت سے بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں۔ (شہادۃ القرآن صفحہ ۷۵)

(ج) اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آجائے گی۔

(حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۳۱)

(د) برائے صدق خود یا کذب خود معیاری گردانم (انجام آتھم صفحہ ۲۲۳)

یہ ظاہر ہے دنیا کو معلوم ہے کہ یہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ اس نکاح کی حسرت اور اپنی مطلوبہ کا داغ مفارقت مرزا صاحب دل ہی میں لے کر مر گئے۔

پس اب مرزائی صاحبان ہی فیصلہ فرمائیں کہ مرزا صاحب اپنے قول کے مطابق بد سے بدتر کاذب اور جھوٹے بنے یا نہیں؟

(۲) پھر ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب نے جب مرزائیت سے توبہ کرنے کے بعد یہ پیش گوئی فرمائی کہ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا۔ یعنی تین سال کے اندر میرے سامنے مرزا صاحب مر جائیں گے۔ (اعلان الحق ۱۲ جولائی ۱۹۰۶ء)

اس کے جواب میں جناب مرزا صاحب نے اپنے اشتہار مجریہ ۱۶ اگست ۱۹۰۶ء میں تحریر فرمایا "خدا صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھائے گا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ شریر

اور مفتری کے سامنے صادق اور مصلح فنا ہو جائے۔ یہ کبھی نہیں ہوگا کہ میں ایسی ذلت اور لعنت کی موت سے مروں کہ عبدالحکیم خان کی پیش گوئی کی معیاد میں ہلاک ہو جاؤں"۔

دنیا کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب اسی پیش گوئی کی معیاد یعنی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہیضہ کی اسی وبائی بیماری میں جو بقول مرزا صاحب ان کے مخالفوں کیلئے بصورت عذاب آئی تھی خود مبتلا ہوئے۔ (لاہور میں مرے اور قادیان میں دفن کئے گئے)

اب فیصلہ حافظ صاحب اُن کے رفقا ہی فرمائیں کہ مرزا صاحب بقول خود معیاد پیش گوئی کے اندر ذلت اور لعنت کی موت سے مرے اور ان کے مرنے سے صادق اور کاذب کا فرق ظاہر ہوا یا نہیں۔ میں نے اپنی طرف سے کبھی ان کی شان میں کوئی سخت کلمہ نہ استعمال کیا اور نہ یہ میری عادت۔ اگر مرزا صاحب کے ان جملوں میں ان پر سخت سے سخت حملے ہیں تو ان کے ذمہ دار خود مرزا صاحب ہیں نہ کہ میں۔ اگر کوئی مرزائی ان سے کسی طرح جواب طلب کر سکتا ہے تو ضرور کرلے۔ میرے حقیقی اعتراض یا بقول حافظ صاحب سخت سے سخت حملے اگر تھے تو یہی مگر میں نے حافظ صاحب کی نمبر اوّل یک رخی ۲ ورقی اور نمبر دو دورخی دو ورقی کو اوّل سے آخر تک پڑھا ان اعتراضوں کا جواب کہیں بھی نظر نہ آیا۔ ہاں میری تقریر کے بعض حصص پر اپنی کج فہمی کے سبب قطع و برید کرتے ہوئے اپنے خیال ناقص کا اظہار فرمایا ہے اور جو سوالات اس میں کئے اور جو توجیہیں بیان کیں ان میں صرف اپنے مرزائی سرغناؤں کی نقالی کی ہے جس کے جواب علمائے اسلام کی طرف سے بارہا دیئے جا چکے اور ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکے۔ تاہم شاید مارشس کے لوگوں کی

نظر سے کمتر گزرے ہوں لہذا یہ دیکھتے ہوئے کہ حافظ صاحب کی تحریر طویل میں بار بار ایک ہی بات کا تکرار ہے مختلف عنوانوں کے ماتحت مختصراً عرض کیے دیتا ہوں۔ شاید کہ اس سے بھی کوئی ہدایت پا جائے۔

وَمَا تَوفِيقِي اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيهِ تَوَكَّلتُ وَ اِلَيهِ انیب

جماعت

میں نے ابتدائے کلام ہی میں یہ کہہ دیا تھا کہ جماعت حقہ اسلام میں کوئی تفرقہ نہیں۔ ما انا علیه و اصحابی ایک ہی راہ ہے۔ حنفی شافعی، مالکی حنبلی فرقے نہیں سب اسی ایک راہ پر چلنے والے ہیں اور یہی وہ سواد اعظم جس کے لیے ارشاد کہ

اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار۔ (رواہ ابوداؤد)

تم سواد اعظم کی پیروی کرو کیونکہ اس سے علیحدہ ہوا جہنم میں گیا۔

اسی سواد اعظم کو حضور علیہ السلام نے جماعت فرمایا اور ان اللہ لا یجمع امتی (او قال) امة محمد صلی الله علیه وسلم علی ضلالة وید الله علی الجماعة و من شذ شذ فی النار

فرمایا (یقیناً میری اُمت کو (یا یوں فرمایا) کہ اُمت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو علیحدہ ہوا جہنم میں گیا۔

اب اگر مرزائی اجماع اُمت کے خلاف نئے نئے عقیدہ تراش کر اس سواد اعظم و جماعت مسلمین سے الگ ہوں تو وہ اپنا مقام دیکھ لیں حدیث میں بتا دیا

گیا ہے۔ معمولی عقل والا انسان بھی اتنی سی بات کو سمجھ سکتا ہے کہ جماعت کا لفظ تیس کروڑ انسانوں کے گروہ پر صادق آسکتا ہے یا گنے چنے چند مرزائی افراد پر۔

حدیث العلماء ورثة الانبیاء میں بھی اسی سواد اعظم کے علماء کی شان کا اظہار ہے، ہاں وہ بے علم مدعیان علم جو اس سواد اعظم سے الگ ہوئے اور ذاتی اغراض کیلئے شرارتیں پھیلاتے ہوئے اپنی اپنی ٹکڑیاں بناتے ہیں۔ شر من تحت ادیم السماء کہلائے۔ اس حدیث کے مصداق صحیح حافظ صاحب کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، مرزائی فرقہ میں بآسانی وہ ان سے ملاقات فرما سکتے ہیں۔

میں نہ کوئی نئی راہ بتاتا ہوں نہ نیا دین سکھاتا ہوں، نہ اپنا کوئی نیا فرقہ بناتا ہوں صرف اسی ما انا علیه و اصحابی والی راہ کی طرف بلاتا ہوں اور یہی سکھاتا ہوں کہ قرآن کریم وحدیث شریف کے معانی میں مدعیان الہام کے خود تراشیدہ الہام کو دخل نہ دیا جائے بلکہ ان کے وہی معنی سمجھے جائیں جو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھے، اپنے صحابہ کو سمجھائے اور انہوں نے بتسلسل ہم تک پہنچائے۔ حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ:

انبیاء کے وارث علماء کوئی خاص لوگ ہیں اور پھر اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ ملہم آدمی خدا سے علم پاکر بولتا ہے اور اس کی مزید توضیح کہ العلماء سے مراد مجددین ملہمین ہیں نہ کہ عام مولوی۔ یہ حافظ صاحب کی خود رائی ہے نہ کہیں قرآن کریم میں اس کا ذکر نہ حدیث شریف میں اس کا بیان۔ الف لام کے متعلق یہ تو تحریر فرمایا کہ اسی بات کو ظاہر کرتا ہے مگر یہ نہ لکھا کہ کیوں؟ اگر صرف ونحو پڑھی ہوتی اقسام الف لام کا علم ہوتا تو لکھتے کہ الف لام کیسا ہے۔ اگر عربی نہیں پڑھی تو اب تو اردو زبان میں بھی عربی

صرف ونحو کی کتابیں چھپ گئی ہیں۔ انہیں میں دیکھ لیا! ہوتا پھر کہیں کتاب وسنت کا یہ حوالہ بھی دیا ہوتا کہ بعد خاتم النبیین ﷺ کسی مدعی الہام کا الہام حجت شرعی بھی ہے۔

مجدد دین اور الہام

مجدد کی حدیث حافظ صاحب نے تحریر تو فرمائی اس کے الفاظ کی ترتیب میں ایسا بے ہودہ تصرف بھی کیا اور لکھا کہ راس مائة کل سنة جس کی غلطی ایک ادنیٰ متعلم عربی بھی بتادے مگر معنی میں کچھ تصرف کر کے بھی یہ نہ دکھایا کہ وہ مجدد ملہم ہونگے اور ان کا علم شرعی حجت بھی ہوگا۔

پھر تعجب کہ اس دو ورقی کی چند سطروں ہی میں اتنا تناقص۔

اوّل لکھتے ہیں کہ العلماء سے وہ لوگ مراد ہیں جو معرفت الٰہی کا کامل علم رکھتے ہیں۔

(۲) کامل معرفت صرف الہام سے ہوتی ہے ان کا نتیجہ یہ نکلا کہ العلماء سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو الہام ہوتا ہے۔ یعنی جنہیں الہام نہیں ہوتا وہ العلماء میں داخل

۱: آپ الف لام عہد ذہنی ہی کا مراد لے سکتے ہیں تو ظاہر ہے کہ اس کا معہود علماء دین مصطفےٰ ہیں۔ (ﷺ) کیونکہ وہ بین المتکلم والسامع متعین ومعروف ہیں اور وہی وارث ہو بھی سکتے ہیں کیونکہ وارث اس کو کہتے ہیں جو اپنے مورث کا ترکہ پائے اور حضور کا ترکہ علم دین ہے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے تو یقیناً وارث کے مصداق علماء دین ہوئے اس کا انکار حدیث زیر بحث کی تحریف اور حدیث لانورث دینارا اولاد رہما کا انکار ہے۔ اور ملہمین تو کسی طرح مراد ہو بھی نہیں سکتے کیونکہ وہ مسبوق الذکر نہیں جو معہود خارجی قرار دیئے جاسکیں نہ سامع ومتکلم کے درمیان معروف ومعہود کہ بطریق عہد ذہنی مراد ہو سکتے یہ کہاں کی صدائے بے ہنگام اور تحریف باطل ہے اور ملہمین وارث کا مصداق بھی نہیں ہو سکتے کہ نئے الہامات نبوت کا ترکہ کب ہیں حضور کا ترکہ تو کتاب وسنت ہے جیسا کہ خود حدیث شریف میں وارد ہوا۔

نہیں اور انبیاء کے صحیح وارث نہیں۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں کہ جو مولوی ان الہام پانے والے مجددین کے ساتھ شامل ہونگے وہ بھی ان مجددین کے طفیل علم کے وارث ہونگے۔ یعنی بغیر الہام کے صرف مجددوں کے طفیل میں بھی صحیح علم کے وارث ہو جائیں گے۔

ذرا اپنے ان جملوں پر نظر ڈالیے کہ ایک دوسرے کا اُلٹا ہے یا نہیں؟ پھر تعجب اور سخت تعجب ہے کہ مجددین کے ساتھ شامل ہونے اور مجددین کے طفیل سے تو صحیح علم کے وارث ہو جائیں اور سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی صراط مستقیم پر چلنے میں ان کے ساتھ شامل ہونے اور ان صاحب وحی و کتاب کے طفیل ان سے صحیح علم بہ تسلسل روایت لینے کے بعد بھی صحیح علم کے وارث نہ بنیں اور العلماء میں داخل نہ ہو سکیں اور خطرہ میں رہیں۔

ع ...... بریں عقل و دانش ببا ید گریست

آیت قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (پ ۱۳، سورۃ یوسف آیت نمبر ۱۰۸) کو پیش کرتے ہوئے اس کا من گھڑت ترجمہ کرنا اور من اتبعنی کو صرف صحابہ تک محدود کرتے ہوئے بارہ سو برس کیلئے تبلیغ کے دروازہ کو بند سمجھنا اس لئے کہ اس عرصہ دراز میں کسی مجدد نے یہ دعویٰ نہ کیا کہ میرا الہام حجت شرعی ہے۔ اس کو مانو اور جو اس کو نہ مانے گا وہ کافر ہوگا۔ بقول حافظ صاحب اس لئے کوئی عالم بھی صحیح علم کا وارث نہ بنا اور حق پر نہ رہا تو ان کے تبلیغ دین کرنے سے جو مسلمان ہوئے بقول حافظ صاحب وہ بھی حق پر نہ ہوئے۔ غرض اس طرح صرف

مرزائی جماعت کے حق پر ثابت کرنے کیلئے حافظ صاحب کا ۱۲ سو برس کے تمام مسلمانوں کو معاذ اللہ حق پر نہ ہونے کا حکم لگا دینا اور صرف مرزائی مبلغین کو اس کا مصداق بنانا ویسی ہی خود رائی ہے جس کے لئے سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد ہو رہا ہے کہ جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی اس کو چاہیئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے مرزائی صاحبان آریوں اور عیسائیوں کو تو کیا مسلمان بنائیں گے مرزا صاحب کے زمانہ اور اس کے بعد کے مسلمانوں پر خود مرزا صاحب اور ان کے بلند اقبال صاجزادہ نے کفر کا حکم لگایا تھا۔ صاجزادہ کے شاگرد حافظ صاحب اُستاد سے بھی آگے بڑھے اور انہوں نے پہلوں پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ حافظ صاحب نے اشتہار بازی کی جرأت تو کی مگر جہالت کا یہ عالم مذکر و مونث کی تمیز نہیں طائفہ کیلئے لا یزال لکھ رہے ہیں پھر حدیث میں خیانت اور بددیانتی اس درجہ دجل و فریب کا یہ عالم کہ صرف ایک جملہ اپنے مزعومہ مطلب کو خواہ مخواہ ثابت کرنے کیلئے نقل کر دیا۔ بعض کو ماننے اور بعض کے ساتھ کفر کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اوّل و آخر کو لکھا ہی نہیں اس لئے کہ ان جملوں کو لکھتے تو مرزائیت کا سارا پول کھل جاتا اور مدعی نبوت کا کذاب ہونا حدیث نبوی سے ظاہر ہو جاتا کیونکہ حضرت فرماتے ہیں سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی ولا زال طائفۃ من امتی علی الحق ظاھرین لا یضرھم من خالفھم حتیٰ یاتی امر اللہ۔ (مسلم، ترمذی، ابوداؤد)

میری اُمت میں تیس جھوٹے پیدا ہونے والے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک

یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں، میری اُمت میں ہمیشہ ایک گروہ حق پر رہے گا اور غالب رہے گا اس کے مخالف اسے ضرر نہ پہنچاسکیں گے یہاں تک کہ خدا کا حکم یعنی قیامت آجائے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ٥ (پ۱۹ سورۃ الشعراء آیت ۲۲۷)

اس حدیث نے صاف بتا دیا اور پہلے جملہ کے معنی نے بالکل کھول دیا کہ یہ ہی گروہ علماء و مجددین وحی والہام خاتم النبیین پر قائم رہیں گے۔ اپنے الہام کو شرعی حجت نہ بنائیں گے۔ مرزا صاحب کی طرح نبوت کا دعویٰ کرنا اور اپنے مفروضہ الہام کو وہی درجہ دینا جو قرآن کریم کا ہے جھوٹوں کا شیوہ ہے۔

اب مرزا صاحب کو آپ اسی کسوٹی پر پرکھ لیجئے کہ:

(ا) انہوں نے نبوت و رسالت کا کھلا ہوا دعویٰ کیا ہے کہ (ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں)

(ب) سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں نبی بھیجا۔ آپ انہیں غیر تشریعی اور ناقص نبی سمجھتے ہیں تو ان کے نزدیک بھی بے ایمان ہیں اس لئے کہ وہ تو صاف لکھتے ہیں۔

(ا) جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی اُمت کیلئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔

پھر اپنی وحی میں امر و نہی کی مثال دے کر آگے لکھا کہ:

(ب) اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔ (اربعین ص ۱۲۳)

کہیے اب بھی تشریعی نبوت کے دعوے میں کیا کچھ کسر رہ گئی۔

پھر ابھی اور آگے بڑھے اپنی وحی کو قرآن کریم کے جیسا بتایا

آنچہ من بشنوم زوحیِ خدا   بخدا پاک دانمش زخطا

ہمچو قرآن منزہ اش دانم   از خطاہا ہمین است ایمانم

(نزول المسیح، صفحہ ۹۹)

پھر اپنے آپ کو سب تشریعی و غیر تشریعی نبیوں کے برابر ٹھہرایا۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے   من بعرفاں نہ کمترم زکسے

کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں   ہر کہ گوید دروغ است ولعیں

بلکہ اپنے آپ کو صاحب شریعت اولوالعزم رسول حضرت عیسیٰ بن مریم سے تو صاف طور پر بہتر بتایا۔ ان کا مشہور شعر ہے:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلام احمد ہے

کیا اس تیرہ سو برس کے کسی مجدد نے کسی سچے عالم نے ایسا دعویٰ کیا اپنے الہام کو ایسی حجت بتایا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔

پس مرزا صاحب کے تو دعوے ہی ان کی تکذیب کی بڑی دلیل ہیں۔ آپ کہیں ان کی مجددیت کا راگ الاپتے ہیں کہیں امامت کا ذکر کرتے ہیں۔ آگے چل کر نبوت ورسالت غیر تشریعی کا حکم لگاتے پھر ان کو فی الجملہ تشریعی بھی مانتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے نہ ماننے والوں کو کافر اور باطل پر ٹھہراتے ہیں۔

ایک عالم فیصلہ کر چکا اور ماریشس کے مرزائی بھی عنقریب کر لیں گے۔ مرزا

صاحب تو اپنے قول سے خود کفر کے دام میں پھنس چکے اب وہ کہاں نکل کر جاتے ہیں مجددیت و امامت و نبوت کا ذکر تو بعد میں کیا جائے پہلے ان کے ہوا خواہ ان کو کفر کے گڑھے سے تو نکالیں اگر نکال سکتے ہیں۔ (مولوی محمد عبد العلیم صدیقی قادری)

=================

مُبَسْمِلاً وَّ حَامِدًا وَّ مُحَمِّدًا جَلَّ وَعَلَا

وَمُصَلِّیًا وَّ مُسَلِّمًا مُحَمَّدًا سلم اللّٰهُ عَلَیْهِ وَصل

مرزائی حقیقت کا اظہار

نمبر۲

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے کفر کا فتویٰ خود دے چکے

علماء اسلام جناب مرزا صاحب سے ان کے اسلام کا ثبوت کیوں نہ طلب کریں جبکہ مرزا صاحب اپنے کافر و کاذب و لعنتی ہونے کا فتویٰ خود اپنے قلم سے دے رہے ہیں۔

نوٹ: قادیانی مبلغ حافظ صاحب نے اپنے فرقہ کو حق پر ثابت کرنے کیلئے یہ آیت لکھی ہے۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ (پ ۱۳، سورۃ یوسف آیت ۱۰۸) اور اس آیت کا یہ ترجمہ کیا ہے۔ اے محمد ﷺ تو اعلان کر دے کہ میرا اور میرے صحابہ کا طریقہ یہ ہے کہ ہم سب علی بصیرت تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ قادیانی نے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کیلئے آیت کے معنی میں تحریف کی اور من اتبعنی کا ترجمہ (میرے صحابہ) کیا باوجود یکہ اس کے صاف معنی یہ تھے کہ جس نے میرا اتباع کیا اس میں صحابہ کرام بھی داخل تھے، تابعین بھی، تبع تابعین بھی، قیامت تک (باقی اگلے صفحے پر

اس سے قبل ناظرین نے مرزا صاحب کے نبوت تشریعی بلکہ دوسرے انبیاء سے برابری بلکہ اُن سے بہتری کے دعوے تو ملاحظہ کیے اب ایسے دعوے کرنے والے کے متعلق علمائے اسلام کے سامنے لاجواب ہو کر جناب مرزا صاحب نے جو فتوے دیئے وہ بھی دیکھئے اور فیصلہ کیجئے کہ ان دعوؤں کے بعد اپنے ان فتوؤں کے مطابق وہ کیا بنے؟

(۱) بجواب حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ جناب مرزا صاحب علیہ ما علیہ اپنے اشتہار مورخہ ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ میں شائع فرماتے ہیں:

ان پر واضح رہے کہ ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔

(۲) اشتہار مجریہ ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۱ھ میں علمائے دہلی کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں (میں) سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔

ایک طرف مرزا صاحب خود اپنے ہی ان فتوؤں کی رو سے کافر کاذب اور ملعون بنے اس لئے کہ نبوت کا دعویٰ اظہر من الشمس، دوسری طرف انہوں نے تمام ان مسلمانوں پر جو مرزا صاحب کو نبی و مسیح و مہدی و مجدد وغیرہ نہ مانیں کفر کا فتویٰ دیا

(بقیہ ص ۲۲) آنے والے تمام مسلمان فرمانبرداران رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی، مگر قادیانی مبلغ نے دیکھا کہ صحیح ترجمہ کیا جائے تو آیت سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ حق پر صرف اہلسنت وجماعت ہیں جن کا دین اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور وہ حدیث قرآن چھوڑ کر کسی مدعی الہام کے اُمتی بننا گوارا نہیں کرتے لیکن تماشا یہ ہے کہ اس تحریف سے بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا بلکہ یہ نتیجہ نکلا کہ مرزائی بھی گروہ حق سے خارج ہیں کیونکہ وہ صحابی نہیں اور قادیانی صاحب کے نزدیک آیت میں من اتبعنی سے صرف صحابہ مراد ہیں تو جب مرزا اہل حق سے خارج ہے تو اس کے متبعین کس طرح اہل حق بن گئے۔ (باقی ص ۲۴)

اور انہیں کافر کہا۔ چونکہ قرآن وحدیث میں کہیں بھی مرزا صاحب پر ایمان لانے کا حکم نہیں دیا گیا اس لیئے اس فتوے کی رو سے کوئی مسلمان تو کافر نہ ہوا۔ ہاں بحکم حدیث وہ کفر بھی کروڑوں نہیں بلکہ ان گنت مسلمانوں کی طرف سے خود مرزا صاحب ہی پر لوٹا تو اب مرزا صاحب جس جماعت کے بھی ۱ امام بنیں اس کا شمار کفار ہی میں ہوسکتا ہے مسلمانوں کی جماعت سواد اعظم سے تو وہ پہلے ہی اپنے آپ کو الگ کر چکے۔ چنانچہ اسی کفر کا اظہار مختلف صورتوں میں مرزا صاحب کے چیلوں کی طرف سے ہوتا رہتا ہے۔

خاتم النبیین

پرستاران مرزا صاحب نے حدیث لا نبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں) کے معنی میں تحریف کرنے کیلئے طرح طرح کے حیلے نکالے مگر یہ جرأت آج تک کسی کو نہیں ہوئی تھی کہ لا الہ الا اللہ کے معنی کو بھی بدلے اور مندروں اور گرجاؤں کے بتوں کو بھی معبود قرار دے مگر چونکہ مارشس کے مرزائی حافظ جی کو علم سے کوئی علاقہ ہی نہیں اس لیئے لے دے کر پورے اشتہار میں اپنی طرف سے اگر کوئی بات نکالی تو وہ بھی ایسی نرالی جو مرزا صاحب کے حمایتی تو کجا خود مرزا صاحب کو بھی کبھی نہ سوجھی تھی جناب حافظ صاحب مرزا جی کی نبوت ثابت کرنے میں اس درجہ حد سے گزرے کہ لا الہ الا اللہ میں بھی لا کو صرف کمال کی نفی کرنے والا قرار دے کر یہ مان بیٹھے کہ اللہ کے سوا

۱: مرزائی مبلغ نے اپنے فرقہ کے حق پر ہونے کی دلیل بیان کی کہ وہ ایک شخص کو امام ملہم مانتے ہیں یہ کس قدر قابل مضحکہ بات ہے کسی قوم کے وہمیات یا اعتقادات اس کے حق پر ہونے کی دلیل ہو سکتے ہوں تو دنیا میں کوئی فرقہ باطل نہ ہو۔ رافضی خارجی بہائی مرزائیوں کے نزدیک حق پر ہوئے۔

بت خانوں اور گرجاؤں میں دوسرے (معبود بھی) موجود ہیں۔ اگرچہ وہ ایسے کامل نہ سہی جیسا اللہ مگر بقول حافظ صاحب معبود تو ضرور ہیں۔ (معاذ اللہ من ذالک)

مشرکین مکہ بھی تو اپنے بتوں کو اللہ کے برابر یا اللہ کے جیسا کامل معبود نہ مانتے تھے بلکہ اللہ سے کم درجہ کا ہی معبود گردانتے تھے اور اسی جرم کے سبب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کو مشرک کہا۔

موجودہ زمانہ کے بُت پرست بھی یہی تو کہتے ہیں کہ معبود حقیقی تو وہی خدا ہے مگر اس سے کم درجہ کے معبود یہ بُت بھی ہیں۔

پس اب سوچئے کہ جناب مرزائی حافظ صاحب اور دوسرے بت پرست مشرکین میں کیا فرق رہا؟ حد سے گزرنے کی یہی سزا ہے کہ اول کافر بنے پھر مشرکین کے گروہ میں شامل ہوئے۔ جب کسی کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے تو اس کا یہی حال ہوتا ہے۔

اسلام نے جو کلمہ سکھایا اس میں سب سے پہلے ہر مسلم کو یہی بتایا کہ حقیقی، مجازی، کامل، ناقص کسی صورت کسی قسم کا کوئی وجود ''الٰہ، معبود'' کہے جانے کا مستحق سوائے اللہ کے ہے ہی نہیں۔

(بقیہ ص ۲۴) آیت کے معنی میں تحریف کر کے بھی مرزائی گروہ باطل ہی میں ہے۔ علاوہ بریں مرزائی مبلغ نے اہل حق صرف ملہمین کو مانا ہے قطع نظر اس کے کہ یہ خیال تراشیدہ طبع اور زائیدہ فکر مرزائیت ہے اور قرآن و حدیث میں اس کا کہیں ثبوت نہیں بلکہ کثیر آیات و احادیث کے خلاف ہے۔ یہ تعجب خیز ہے کہ مرزائیوں کے حق پر ہونے کی دلیل مرزا ہی کا دعویٰ الہام قرار دیا جائے اور یہ دلیل ان کے سامنے پیش کی جائے جو مرزا کو مومن و مسلم بھی نہیں مانتے تو وہ ملہم من اللہ کیسے تسلیم کریں گے۔ یہ کہاں کی منطق ہے کہ مخالف کے سامنے اپنے اعتقادات کو دلیل بنا کر پیش کر دیا جائے۔ زیادہ تعجب یہ ہے کہ مرزا صاحب (باقی ص ۲۶)

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

میں لا جنس الٰہ غیر اللہ کی نفی کرتا ہے اور اس کلمہ کا ترجمہ یوں ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود ہے ہی نہیں۔

سچے مسلمانوں کا تو یہی عقیدہ ہے کہ جس طرح خدا کے سوا وہ تمام بُت یا دوسری چیزیں جن کی پوجا کی جاتی ہے جھوٹے اور کسی طرح معبود کہے جانے کے مستحق نہیں۔ اسی طرح بفحوائے حدیث **لا نبی بعدی** حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص بھی نبوت و رسالت پانے اور نبی بننے کا دعویٰ کرے وہ ایسا ہی جھوٹا نبی اور جھوٹا رسول ہے جیسے وہ بُت جھوٹے۔

آنے والے عیسیٰ مسیح بن مریم جن کی خبر قرآن عظیم واحادیث میں دی گئی وہ مسیح بن مریم علیہ السلام جن کے تشریف لانے کی خبر قرآن عظیم واحادیث شریفہ میں دی گئی نہ حضور خاتم النبیین ﷺ کے بعد نبی بنیں گے، نہ یہ دعویٰ فرمائیں گے کہ مجھے اب نبوت و رسالت ملی بلکہ یہ وہی مسیح بن مریم علیہ السلام ہونگے جو حضور ﷺ سے پہلے نبی بن چکے اور نبوت و رسالت پا چکے وہی بذاتِ خود دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور حضور خاتم النبیین ﷺ کی خدمت خلافت بجا لائیں گے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

(بقیہ صفحہ ۲۵) کے الہام نسبت محمدی بیگم وغیرہ کے دیکھنے کے بعد بھی مرزائیوں کی غیرت مرزا کے الہام کا نام لینا گوارا کرتی ہے۔ شرم شرم شرم۔ اگر محض دعویٰ الہام کسی کو حق پر ثابت کر سکتا ہو تو بہائی بابی وغیرہ صدہا گمراہ فرقے الہام کے مدعی ہیں مرزائی ان سب کو حق پر مانیں۔

حدیث نبوی ''عن ابی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال الانبیاء اخوان العلات امهاتهم شتی و دینهم واحد وانی اولی الناس بعیسیٰ بن مریم لا نه لم یکن بینی و بینه نبی وانه خلیفتی علی امتی وانه نازل فاذا رایتموه فاعرفوه رجل مربوع الی الحمرة والبیاض علیه ثوبان ممصران کان راسه یقطروان لم یصبه بلل فیدق الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یدعوا الناس الی الاسلام و یهلک الله فی زمانه الملل کلها الا الاسلام (الی ان قال) فیمکث اربعین سنة ثم یتوفی و یصلی علیه المسلمون و یدفنونه ۔ (اخرجہ ابن ابی شیبہ واحمد و ابوداؤد وابن جریر وابن حبان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

مرزائی دلائل کے خرمن پر یہ حدیث بجلی کا کام کر رہی ہے اس لئے کہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف لفظوں میں بتا دیا کہ تشریف لانے والے نازل ہونے والے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام وہی نبی ہیں جو مجھ سے پہلے نبی بن کر آ چکے اور میرے اور ان کے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہوا۔ وہی میری اُمت پر میرے خلیفہ بن کر تشریف لائیں گے ان کا حلیہ بھی بتا دیا کام بھی سنا دیا۔

صحیح مسلم کی وہ حدیث جس کا حوالہ حافظ جی نے دیا وہ انہی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے متعلق ہے نہ غلام احمد بن گھسیٹی کی بابت۔

ان پرانے نبی اللہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے آنے سے نہ لا نبی بعدی کی حدیث میں تاویل کی ضرورت نہ کسی دوسری حدیث سے تطبیق کی حاجت اس لئے

کہ حضرت عیسیٰ کا ظہور بہ شان خلافت خاتم نبوت ہوگا نہ برائے اعلائے اظہار نبوت و رسالت ۔ کتمان حق مرزائیوں کی عادت اہلسنّت کو اس حرکت سے سخت نفرت ۔ قرآن کریم کی کسی آیت میں رب عزت نے ہرگز ہرگز یہ خبر دی ہی نہیں کہ کسی نبی کی غلامی سے نعمت نبوت ودیعت کی جاتی ہے۔حافظ جی کا قرآن عظیم پر کھلا افترا ہے جس کی سزا انشاء ربی روز جزا مل جائے گا۔

حافظ جی کا لا فتیٰ الا علی کے قول اور اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ الخ ۔کی حدیث میں جو لا ہے اُس کو لا الہ الا اللہ اور لا نبی بعدی کے لا پر قیاس کرنا ایسی کھلی ہوئی جہالت ہے جس کو کوئی اہل علم تو کجا ایک معمولی صرف ونحو جاننے والا بچہ سننے کا بھی روادار نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ اس کو خبر ہوگی کہ لا کتنی قسم کا ہوتا ہے اور ہر قسم کی پہچان کے لئے کیا کیا قواعد ہیں۔ پھر یہ تو ایک معمولی اُردو زبان میں تاریخ پڑھنے والا بھی جانتا ہوگا کہ اگر لا کسریٰ اور لا قیصر کے کلمات میں بھی لا کے معنی وہی لئے جائیں تو بھی واقعات کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ یقیناً مخبر صادق کے ارشاد کے مطابق کسریٰ کے کسرویت کا خاتمہ ہو ہی گیا۔ قیصر بھی ملک شام سے بھاگا اور اقلیم شام اس کے نام سے پاک ہوئی ۔ اب نہ وہ کسرویت رہی نہ قیصریت ۔بادشاہ ہونا دوسری چیز ہے اور کسریٰ وقیصر کے القاب مخصوص دوسری چیز۔ حافظ جی کو عربی زبان سمجھنے کا سلیقہ تو کہاں سے ہوگا کسی جاننے والے سے فتح الباری شرح بخاری میں اس کی تفصیل کا ترجمہ سن لیں تو ان کو کسریٰ وقیصر کے خاتمہ کا حال معلوم ہو جائے گا۔

حضور خاتم النبیین ﷺ کے اخبار بالغیب کے مطابق اس اُمت میں جھوٹے مدعیین نبوت ہمیشہ آتے رہے ہیں اور آتے رہیں گے۔ چونکہ حدیث لا نبی بعدی ان سب مدعیوں کے دعووں کا رد کرنے کیلئے سدِ سکندری کا کام دیتی ہے۔ اس لئے اس حدیث کے معنی میں تحریف پر ہر مدعی نبوت نے توجہ کی ایک شخص نے اپنا نام ہی لا رکھ لیا جب کسی نے اسی حدیث سے اس کا رد کیا تو کہنے لگا کہ یہ حدیث سچی ہے مگر تمہیں پڑھنی نہیں آتی اس کو اس طرح پڑھو:۔

لا نبی بعدی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ لا نام کا ایک شخص میرے بعد نبی ہوگا۔ اسی طرح ایک عورت کو بھی جنون ہوا۔ اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا جب اس حدیث کو اس کے سامنے پیش کیا گیا تو کہنے لگی کہ ہاں! یہ صحیح ہے مگر اس میں تو مرد نبی کی نفی کی گئی ہے عورت کے نبی ہونے کی نفی کہاں ہے لا نبیة بعدی ہوتا تو تمہارا دعویٰ صحیح تھا۔

اگر غور کیا جائے تو ان کی یہ تحریف مرزائی تحریف سے بڑھیا معلوم ہوتی ہے مگر اس زمانہ مین سمجھدار لوگ بکثرت موجود تھے ان کے جھوٹے دعوے نہ چل سکے۔ آج بدقسمتی سے ہمارے زمانہ کا جھوٹا مدعی نبوت بھی ہوا تو ایسا کہ جس کو تحریف کرنی بھی نہ آئی۔ اس کے ہواخواہ بھی ہوئے تو ایسے جن کو اتنا سلیقہ بھی نہیں کہ نبوت منوانے چلے اور شرک تسلیم کر بیٹھے۔ اسی طرح ان کے جال میں پھنس جانے والے بھی ایسے سیدھے سادے کہ دین اسلام کے احکام کو تو کیا پہچانتے اتنی تمیز بھی نہیں رکھتے کہ خود غرض، مکار، فریبی، جھوٹے، دجال اور بے غرض، راست باز، سچے خدا پرست کے درمیان ہی فرق کر سکیں۔

وہ حافظ جی جن کو اتنی لیاقت بھی نہیں کہ مبتدا و خبر، فاعل و مفعول، مضارع واسم ظرف بلکہ مذکر و مؤنث کو بھی پہچان سکیں۔ قرآن کریم پر ہاتھ صاف کرنے کی جرأت فرماتے ہیں اور مارشس کے بھولے بھالے لوگوں کو جس طرح چاہتے ہیں بہکاتے ہیں حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: **من قال فی القرآن برأیه فاصاب فقد اخطاء** (مشکوٰۃ ص ۳۵)

جس نے قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے کی اور اتفاقاً صحیح تفسیر بھی کر دی تب بھی اُس نے غلطی کی۔

پھر فرماتے ہیں:

من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوا مقعده من النار

(رواہ الترمذی، مشکوٰۃ ص ۳۵)

جس شخص نے بغیر علم کے (اپنی رائے سے) قرآن کی تفسیر کی اسے چاہیئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں سمجھ لے۔ آیت کریمہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (پ ۶ سورہ المائدہ آیت نمبر ۳) کی تلاوت کرتے ہوئے میں نے بتایا تھا کہ اس آیہ کریمہ میں خاتم النبیین کی تفسیر بھی موجود ہے اور یہ بتایا جا رہا ہے کہ انبیاء دین الٰہی کی تبلیغ کیلئے آتے ہیں اب چونکہ دین الٰہی کامل ہو چکا پھر آیہ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ میں رب العالمین نے اس مکمل قانون دین الٰہی کی حفاظت کا ذمہ بھی لے لیا۔ لہٰذا اب کسی نبی کی ضرورت بھی نہیں رہی۔ مگر اس شخص کی عقل میں یہ معنی کیونکر آئیں جس کی آنکھوں کو پہلے ہی سے مرزا جی کی محبت نے نابینا اور کانوں کو بہرا بنا دیا ہو

حبک الشی یعمی ویصم۔

نعمت کا حصر نبوت کیلئے کرنا اور پھر اس کو جاری ماننا حافظ کی کی خودرائی ہے
نہ قرآن کریم میں کوئی اس کی دلیل نہ حدیث میں کہیں اشارہ۔
وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ عَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ (پ۱۲ سورۃ یوسف آیت ۶) اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (المائدہ آیت ۳) اور وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ (پ۲ سورۃ البقرہ آیت ۱۵۰) وغیرہ آیات کے معانی میں جس قدر تحریف بھی کی گئی وہ مرزائیوں کی ایجاد ہے نہ ان کے یہ معانی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھے نہ کسی صحابی نے جانے، نہ تیرہ سو برس کے کسی مسلمان کی سمجھ میں آئے۔ کلمہ صریح خاتم النبیین کے ہوتے ہوئے جو ایسی خودرائی کو کام میں لائے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔ رب العالمین نے تو قرآن کریم میں کھلے کھلے لفظوں میں فرمادیا ہے کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (پ۲۲، سورۃ الاحزاب آیت ۴۰)
سرکار دو عالم ﷺ نے بار بار بتکرار مختلف طریقوں پر مختلف کلمات میں یہی فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، میں آخری نبی ہوں، خاتم النبیین کے معنی خود حضور ﷺ نے صاف صاف بتادیئے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، کہیں فرمایا کہ انا خاتم النبیین لا نبی بعدی کبھی ارشاد ہوا انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی (مشکوٰۃ شریف باب اسماء النبی ﷺ۔ متفق علیہ) میں عاقب (سب سے پیچھے آنے والا) ہوں اور عاقب اسے کہتے ہیں جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ بلکہ اس سے بھی زائد وضاحت سے فرمایا تا کہ تشریعی غیر تشریعی بروزی ظلی وغیرہ وغیرہ سب قسم کے دعوؤں

کی تکذیب ہوسکے کہ ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ۔ یقیناً رسالت ونبوت بالکل منقطع ہوگئی۔ پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا نہ نبی ۔ پس کوئی شخص بھی کسی قسم کی بھی نبوت کیوں نہ تراش لے اس تیغ براں سے وہ پاش پاش ہی ہوجائے گا۔ ایک حدیث میں گویا اس امر پر اس قدر تاکید کی وجہ بھی خود ہی زبان مبارک سے بیان فرمادی کہ جھوٹے نبی آنے والے ہیں۔ فرمایا:

سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلهم یزعم انه نبی و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی (مسلم)

میری اُمت میں تیس بڑے جھوٹے پیدا ہونگے جن میں سے ہر ایک یہی دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ کذابون کے صیغہ مبالغہ نے یہ بھی بتادیا کہ چھوٹے چھوٹے جھوٹوں کا ذکر نہیں بڑے بڑے جھوٹے تیس ہوں گے۔

نمبر ۳: دوورقی میں حافظ جی نے علامہ قاضی عیاض کا قول نقل کر کے اپنی ایک تازہ جہالت کا ثبوت بہم پہنچادیا اس لئے کہ تیس کی تعداد کے متعلق ان کی عبارت بتارہی ہے کہ اگرچہ ایسے جھوٹے مدعی نبوت تو بہت گزرے مگران تیس میں خاص طور سے وہی داخل جن کا دعویٰ نبوت خوب مشہور ہوا۔ پس جس کے دعوے نے زیادہ شہرت پائی وہی تیس نمبری متنبیوں میں داخل ہوا، اگر مرزا صاحب کی تشہیر دنیا میں بہ نسبت اُن سے پہلے جھوٹے مدعیان نبوت کے زیادہ ہوئی اور ہورہی ہے۔ (جیسا کہ مرزائیوں کا دعویٰ ہے) تو یقیناً نہ صرف یہ کہ وہ اُن تیس میں داخل ہونگے بلکہ اُن سے اس مقابلہ

میں نمبر لیتے جائیں گے ۔ یہاں تک کہ ممکن ہے کہ جہنم کی طرف اس دوڑ میں
چودھویں صدی میں ہونے کے باوجود پہلی صدی کے مسیلمہ سے بھی آگے بڑھ جائیں
اور سب جھوٹے مدعیان نبوت میں نمبر اوّل مرزا جی ہی کا رہے۔

بہر صورت حضور اکرم ﷺ کے بعد جو کوئی بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا'
قرآن میں حضور کے بعد نہ کسی احمد کے آنے کا اشارہ' نہ کسی حدیث میں کسی نئے نبی کا
استثناء' صحابہ نے یہی سمجھا تیرا سو برس کے مسلمانوں نے بھی مانا۔آج اگر حافظ جی اور
ان کے مقتدا خدا اور سول و صحابہ اُمت مسلمہ سب سے جدا ہو کر آیات قرآنی کے معنی
بگاڑتے اور اپنی مطلب برآری کیلئے خدا اور سول سے مقابلہ کی ٹھانتے ہیں تو اس کے
عذاب کیلئے تیار رہیں۔ دنیا میں تو اکثر کافروں کی رسی ڈھیلی چھوڑی جاتی ہے۔
فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا (پ ۳۰، سورۃ الطارق، آیت ۱۷) لیکن آخر
رب قہار کی پکڑ بہت سخت ہے۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ (پ ۳۰ سورۃ البروج
آیت ۱۲) حق کا جویا آنکھوں والا دیکھے کہ کہاں قرآن کریم کا کھلا ارشاد جس کا لفظی
ترجمہ مسلمانوں کے ہر مترجم قرآن میں لکھا ہوا اور کہاں مرزائی لچھے دار فقرہ اور پیچ دار
دعوے۔ عقل والا تو فوراً فیصلہ کر لیتا ہے کہ ان آیات و احادیث کے ہوتے ہوئے
حضور ﷺ کے بعد نبوت کا ثبوت قرآن کریم سے نکالنا ایسا ہی ہے جیسے کسی عقل کے
اندھے بے دین نے آمَنْتُ بِاللّٰهِ کے جملہ میں کسی بڑھیا کے بلے کا ذکر دکھایا اور
دین کی توہین کر کے اپنا پیٹ انگاروں سے بھرا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ
مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ (پ ۱۹، سورۃ شعراء، آیت ۲۲۷)

مرزا صاحب کا دعویٰ ابنیت خدا

بلکہ اس سے بھی سوا

مرزا صاحب نے دعویٰ کیا کہ (معاذ اللہ) انہیں خدا کی طرف سے الہام ہوا۔

(۱) انت منی بمنزلة اولا دی (تو مجھ سے ہے بطور میری اولاد کے)

(دافع البلا مصنفہ مرزا ص ۶،۷)

انت منی وانا منک (تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے)۔ دافع البلاء صفحہ ۶،۷

(۲) انت منی بمنزلة ولدی (تو مجھ سے ہے بطور میرے بیٹے کے)

(حقیقۃ الوحی ص ۸۴)

(۳) اسمع ولدی! (اے میرے بیٹے سن) البشریٰ جلد اوّل ص ۴۹

(۴) انت من مائنا وھم من فشل (تو ہمارے پانی (نطفہ) سے ہے اور وہ لوگ خشکی سے۔ (اربعین نمبر ۳، ص ۳۴)

میں نے اپنی تقریر میں مرزا صاحب کے انہی کلمات کا حوالہ دیا اور یہ بتایا کہ خدائے قدوس کی شان کا آیہ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ میں بیان اس کا فرمان کہ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا۔ مگر جناب مرزا صاحب نے کھلے لفظوں میں ابنیت خدا کا دعویٰ کیا۔ مرزا جی کے حمایتی جناب حافظ جی اپنی دوورقی میں اس کے متعلق جو مزخرفات تحریر فرماتے ہیں وہ بالکل ایسے ہی ہیں جیسے میسحوں اور یہودیوں کی طرف سے حضرت مسیح و حضرت عزیر کی ابنیت خدا (معاذ اللہ) ثابت کرنے کیلئے پیش کیے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ

وہ بھی کہہ دیں گے کہ ہم ان کو ایسا حقیقی بیٹا تو نہیں کہتے جیسے کسی انسان کا بیٹا دوسرا انسان ہوتا ہے۔ بلکہ ایسا ہی بیٹا کہتے ہیں جیسا مرزا صاحب نے اپنے آپ کو بنایا اور اسی جرم میں قرآن کریم نے ان کے حق میں یہ حکم نافذ فرمایا کہ:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ (پ۶ سورۃ المائدہ آیت ۱۷،۷۳) یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا۔

پس جو جواب اس موقعہ پر نصاریٰ و یہود کیلئے ہے وہی جواب مرزائیوں کیلئے ہے۔ اسلامی علم مناظرہ کی کتابیں ایسے جوابوں سے بھری ہیں جس کا دل چاہے دیکھ لے! آیہ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ (پ۲، سورہ البقرہ آیت ۲۰۰) سے حافظ جی کا استدلال کرنا اور اپنے معتقد کی اس دریدہ دہنی پر پردہ ڈالنا ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ (پ۱۸، سورہ نور آیت ۴۰) کا مصداق۔ آیہ کا مطلب نہایت سیدھا سادہ باپ کو ہر وقت دل و زبان سے یاد کرتے رہتے ہو اور اشد ذکر اسے اس پر مزید تاکید

ا: اور حقیقت میں مرزائیوں کا یہ عذر، یہود و نصاریٰ سے، بہت کمزور ہے کیونکہ مرزا کے لفظ اس معنی کا تحمل نہیں رکھتے کیونکہ اگر ابن اور ولد کے معنی مطیع، مخلص، مستحق رحمت و شفقت فرض کیے جائیں تو پھر بمنزلہ کا کیا کام انت ولدے کیوں ناکافی یا یہ مطلب ہے کہ تو مطیع و مخلص تو نہیں عفو و کرم سے بمنزلہ مطیع کے قرار دیا جاتا ہے جیسے کسی سے کہیے کہ تو بمنزلہ شریف کے ہے تو یہ اس کی توہین ہوگی اگر یہ معنی ہوں اور مرزا مطیعین و مخلصین میں حقیقتاً داخل نہ ہو تو پھر امام و مجدد اور صاحب الہام کیسے ہو سکتا ہے تو لامحالہ، بہت ہیر پھیر کرنے کے بعد بھی یہ کہنا پڑے گا کہ مطلب یہ ہے کہ مرزا حقیقی و صلبی بیٹا تو نہیں مگر معاذ اللہ خدا کے صلبی بیٹے کے برابر اس کو پیارا یا اس کا مطیع ہے تو اگرچہ مرزانہ سہی خدا کیلئے صلبی بیٹا تو مانا کوئی جواب مرزائی یہ بتائیں وہ صلبی بیٹا کون سا ہے جس کے بمنزلہ ہونے مرزا کو دعویٰ ہے۔ مرزائیوں نے جو معنی تراشے وہ نصرانیوں کے مقولے المسیح ابن اللہ یا یہودیوں کے قول عزیر ابن اللہ میں چلتے تو چلتے مگر مرزا کی عبارت میں کسی طرح چل ہی نہیں سکتے۔

صاف کہ خدا کو اسی طرح ہر وقت یاد کرتے رہو۔ جس طرح تم اپنے محسن اگر معاذ اللہ معاذ اللہ اس آیت سے حافظ جی خدا کا باپ ہونا ثابت کر رہے ہیں تو کچھ تعجب نہیں کہ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ ھُمْ ۔ (پ ۲، سورۃ البقرہ، آیت ۱۴۶)

(وہ لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو) کی آیت سے توبہ توبہ عیاذ باللہ) سرکار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو...... اپنا کہہ بیٹھیں گے۔ حدیث کا پڑھنا اور سمجھنا اہل علم کا کام' کہاں حافظ جی اور کہاں اس اہم کام کا سر انجام' انہیں جب عیال اور اولاد کے الفاظ کا لغوی فرق بھی نہیں معلوم مثنوی مولانا روم کے شعر سے استدلال تو کیا کرتے اسے موزوں لکھ بھی نہ سکے اس جہالت کے باوجود خدا ہی جانے جواب کی جرأت کس صورت سے ہوئی' سچ ہے۔

اذ فاتک الحیأ فافعل ما شئت بےحیا باش و ہر چہ خواہی کن۔

اس دھوکے میں جاہل نہیں شاید کوئی اجہل آجائے تو آجائے معمولی عقل والا بھی جان لے گا کہ اگر مرزا صاحب کی مراد وہی معمولی رشتہ تھا جو خالق و مخلوق میں ہوتا ہے تو اُن کی ذات کی تخصیص کیا معنی رکھتی ہے۔

پھر مرزا جی نے تو پردہ ہی اُٹھا دیا نمبر ۴ میں تو منی مائنا (ہمارے پانی نطفہ سے) تک کہہ ڈالا۔ بلکہ اس سے بھی اور آگے بڑھے انا منک کہہ کر معاذ اللہ اس مطلب کو بھی بڑھا دیا جس کے مضمون سے ایک ایماندار لرزہ میں آجائے۔

....

فہم قرآن

بمفحوائے آیت لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ (پ ۲۷، سورۃ القمر آیت ۱۷) یہ بالکل صحیح ہے کہ قرآن کریم کے مضامین اس درجہ آسان ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بتانے اور اس ارشاد کے مطابق اُن کے صحابہ تابعین وعلمائے اُمت کے سمجھانے سے بہت جلد سمجھ میں آجاتے ہیں لیکن اس کے معنی یہ لینا کہ ہر بے علم جس کو عربی پڑھنی بھی نہ آتی ہو اپنی رائے اور اپنی سمجھ کے مطابق جو معنی چاہے کرے، جو مطلب چاہے نکال لے وہی جہل مرکب ہے جس کی خبر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی دی ہے کہ فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا (متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف ص ۳۳) بغیر علم کے فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہونگے دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

حافظ جی نے اس بیان میں کوئی نیا کمال نہیں دکھایا وہی کہا جو ہمیشہ جہلا کا شیوہ رہا۔ اس بات کو ایک عامی بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب تک کوئی شخص ایک زبان ہی کو نہ جانے تو اس زبان کی آسان سے آسان کتاب کو بھی کیسے سمجھ سکتا ہے کسی زبان کے جاننے کیلئے اس زبان کے قواعد کا جاننا ضروری ورنہ فاعل ومفعول ومبتدا وخبر ماضی و مستقبل وحال وامر میں کیسے تمیز کرے گا اسی کو صرف ونحو کہتے ہیں۔

اردو یا فرنچ کے جاؤ بے جا ترجموں کو پڑھ لینے کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ اس نے معانی قرآن کریم کو پالیا شانِ نزول آیات وتفسیر نبوی کے مطالعہ کے بغیر یہ نتیجہ نکال لینا کہ صحیح طور سے مطالب قرآن پر عبور ہو گیا۔ ایک جاہلانہ وہم نہیں تو کیا ہے؟

شانِ نزول آیات ہی سے یہ پتہ چلے گا کہ کون سا حکم مقدم ہے اور کون سا مؤخر۔ حافظ جی کو ابھی نسخ اور اختلاف کے لغوی فرق کی بھی خبر نہیں تو وہ میرے جملوں کا مطلب کیا سمجھتے۔ اگر سمجھنا چاہتے ہیں تو میں تیار ہوں۔ شاگردوں کی صورت میں آئیں میرے تلامذہ کے زمرہ میں شریک ہو جائیں۔ طالب علموں کی طرح پہلے صرف ونحو پڑھیں۔ ادب سیکھیں۔ جب تفسیر پڑھانے کا وقت آئے گا میں ان کو بتا دوں گا کہ ناسخ کسے کہتے ہیں اور منسوخ کسے؟ کتنے احکام ناسخ ہیں اور کتنے منسوخ۔ نیز یہ بھی سمجھا دوں گا کہ نسخ حکم دوسری چیز ہے اور اختلاف واقعات دوسری چیز۔

وحی الٰہی قرآن کریم یقیناً اختلاف سے قطعاً پاک نہ اس کے الفاظ میں اختلاف نہ معانی میں تخالف۔ نسخ احکام حکمت ربانی پر دلیل۔ نسخ کو اختلاف کہنا کسی جاہل نہیں اجہل ہی کا کام ہو سکتا ہے۔

خدا کے کلام میں تو نہ اختلاف ہے نہ ہو سکتا ہے ہاں جھوٹے الہام کی یہی پہچان کہ اس میں اختلاف ہوگا چنانچہ اگر حافظ صاحب کو عجلت ہے تو ذیل کی مثال سے دیکھ لیں۔

....

اختلاف واقعات گذشتہ

(۱) مرزاجی اپنی کتاب براہین احمدیہ میں (جس کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ الہام الٰہی لکھی گئی) فرماتے ہیں ص ۴۹۸ "جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو انکے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا" ادھر انہی مسیح علیہ السلام کا دوبارہ آنا معتبر اوران کی حیات کی خبر۔	(۱) مرزاجی اپنی کتاب ازالۂ اوہام ص ۶۱ میں فرماتے ہیں۔ اور "میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح بن مریم فوت ہو چکا ہے اور اسکے رنگ میں ہو کر وعدہ کے مطابق تو آیا ہے" ادھر اپنے مسیح ہونے پر اصرار اوران کی حیات سے انکار۔

فاعتبروایا اولی الابصار

اختلاف واقعات آئندہ

مرزاجی کا دعویٰ ہے کہ انہیں الہام ہوا کہ (محمدی بیگم) انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی ...... آخر کار ایسا ہی ہوگا۔ خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں یا...... بیوہ کرکے...... یہ بات میرے رب کی	مرزاجی کو فی الجملہ تسلیم ہے کہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی ملاحظہ ہو۔ پیشگوئیاں کچھ ایک دو نہیں بلکہ اس قسم کی سو سے زائد پیشگوئیاں ہیں...... پھران سب کا ذکر نہ کرنا اور بار بار احمد بیگ کے

طرف سے سچ ہے تو کیوں شک کرتا ہے ...... تزوج سے مراد خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا...... اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشگوئی پوری نہ ہوگی۔ (کتب مختلفہ مرزا)

نوٹ: ادھر اصرار پر اصرار ہے بلکہ قسم کے ساتھ اقرار بلکہ اس کا پورا ہونا ان کے صدق کا معیار۔

داماد اور آتھم کا ذکر کرنا کس قدر مخلوق کو دھوکا دینا ہے۔ (تحفہ گولڑویہ۔ ص ۳۹)

نوٹ: ادھر فی الجملہ تسلیم ہے کہ ہاں خیر محمدی بیگم سے نکاح اور آتھم کی موت کی پیش گوئیاں پوری نہیں ہوئیں پھر ان پر مجھے کھسیانا کیوں بناتے ہو جو پوری ہو گئیں انہیں کیوں نہیں ذکر کرتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ہی نے لکھا تھا کہ یہ میرے سچے یا جھوٹے ہونے کی کسوٹی ہیں

واقعات حال باعتبار مرزا صاحب

مرزا صاحب فرماتے ہیں آسمانی فیصلہ ص ۷ ''میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں''۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں اخبار بدر ۱۹۰۰ء ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی و رسول ہیں''۔

یہاں نبوت سے انکار

یہاں نبوت پر اصرار

اے لوگو دشمن قرآن مت بنو اور خاتم النبیین

میں اس کی قسم کھا کر کہتا ...... ہوں اُس

کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو	نے مجھے بھی اپنے مکالمہ ومخاطبہ کا شرف بخشا اور میں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا کی کتاب پر"۔
یہاں بعد خاتم النبیین دروازہ وحی نبوت کو بند مانا	یہاں اپنے الہام کو قرآن کے جیسا الہام جانا

ہمیں اُمید ہے کہ ان مثالوں کو دیکھ کر شاید حافظ جی کی سمجھ میں یہ تو آجائے کہ اختلاف اسے کہتے ہیں خدا کے کلام خدا کے الہام میں اس اختلاف کی مثال مل ہی نہیں سکتی۔ ہاں نسخ کی مثال اگر سمجھنا چاہیں تو اس عجالہ میں ہم اشارتاً انہیں انہی کی تحریر یاد دلائیں گے کہ تحویل قبلہ کا حکم ناسخ ہے اپنے ماقبل کے لئے۔ باقی جس میں عقل ہو وہ سمجھ لے۔

بیٹے کی پیش گوئی

حافظ جی ہمیں الزام دیتے ہیں کہ ہم نے مرزا صاحب کے مزعومہ الہام میں تحریف سے کام لیا اور عبارت کے پہلے فقرہ کو چھوڑ دیا یعنی انا نبشرک بغلام مظهر الحق والعلا کان الله نزل من السماء کہ ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں کہ جس کے ذریعہ خدا کی ذات اور اس کی عظمت کا ایسے رنگ میں اظہار ہوگا کہ گویا خدا آسمان سے اُتر آیا۔

ہم اس عبارت پر تنقید نہیں کرتے اس لئے کہ کوئی اہل علم مخاطب ہوتا تو علمی

غلطیاں بتاتے۔ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ حافظ جی کو اتنی بھی خبر نہیں کہ مظہر اسم ہے یا فعل ہم یہ بھی نہیں جتاتے کہ عربی عبارت کے ترجمہ میں حافظ جی نے کس قدر تحریف کی جس کے ذریعہ اور ایسے رنگ میں ان دونوں کلموں کیلیے عربی عبارت میں کوئی لفظ نہیں۔ ہم اصطلاحات نحو کی رو سے عربی عبارت کی ترکیب کرتے ہوئے یہ بھی نہیں ظاہر کرتے کہ مشبہ کون ہے۔ مشبہ بہ کون اور وجہ شبہ کیا؟ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ صفت کیا ہے اور موصوف کون؟ ہم اس مضمون کو بھی اس وقت سامنے نہیں لاتے کہ حضرت مسیح کے آسمان پر خدا کے پاس جانے کا عقیدہ رکھنے کے سبب تو مرزائی لوگ مسلمانوں پر شرک کا الزام لگاتے اور یہ کہتے ہیں کہ خدا کو آسمان پر مان لیا مگر یہاں اللہ کے آسمان سے اترنے کا خود اظہار کیا۔ (معاذ اللہ)

ہمیں تو اس وقت صرف اس قدر بتانا ہے کہ ہم نے جو اعتراض کیا وہ صحیح تھا یعنی مرزا صاحب نے پیش گوئی کی کہ ان کے ایک بیٹا ہوگا اور اس بیٹے کی صفت بیان فرمائی کہ گویا خدا آسمان سے اتر آیا۔ ادنیٰ عقل والا بھی سمجھ جائے گا کہ "مظہر الحق والعلاء" اور کان اللہ نزل من السماء دونوں فقرے اس غلام (لڑکے) کی صفت کا اظہار کر رہے ہیں۔ پس اس غلام کو اللہ سے تشبیہ دی جانی ظاہر اور اعتراض ثابت۔

دوسرے یہ امر کہ اس پیش گوئی کے مصداق مرزا بشیر محمود صاحب ہیں یا کون؟ اس کا فیصلہ خود مرزا صاحب کی تحریروں سے بآسانی ہو سکتا ہے۔ اس پیش گوئی کی خبر ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو دی گئی مگر قدرت خدا اس جھوٹ کا اظہار اللہ کو منظور تھا۔ اس وقت کے حمل سے لڑکی پیدا ہوئی کہ لڑکا۔ جب اہل حق نے مرزا جی کو شرمایا اور

پیش گوئی کا غلط ہونا بتایا تو جھٹ سے اشتہار دے ڈالا کہ اس حمل کی شرط نہ تھی وہ موعود بیٹا اس کے قریب دوسرے حمل سے ہوگا۔ آخر ۱۷ اگست ۱۸۸۷ء کو ایک اشتہار دیا جس میں اعلان کر دیا کہ ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ ۷ اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد وہ موعود لڑکا پیدا ہو گیا۔

تب قدرت خدا نے یہ تماشا دکھایا کہ چند ہی روز بعد وہ لڑکا مر گیا۔

اب ناظرین فیصلہ کریں کہ مرزا جی نے تو وہ ساری خوبیاں ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو پیدا ہونے والے لڑکے میں بتائی تھیں۔ حافظ جی کہتے ہیں کہ نہیں ان کے مصداق جناب بشیر محمود صاحب ہیں۔ مرزا جی کے الہام کا اختلاف تو ظاہر ہی تھا یہاں گرو اور چیلے میں بھی اختلاف ہو گیا۔ وہ مرنے والے کو سب کچھ ٹھہرائیں۔ یہ جینے والے کو چنیں و چناں بتائیں۔ پھر اور آگے بڑھیے حافظ جی کے ممدوح جناب مرزا بشیر محمود صاحب کے اوصاف خود مرزا جی کے ان زبردست ممتاز حواری کی تحریر میں دیکھیے جن کو مرزا صاحب نے معاذ اللہ ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کی جگہ دی جن کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام اُترنے والے ہیں یعنی جناب مولوی محمد احسن صاحب امروہی۔ وہ تحریر فرماتے ہیں "صاحبزادہ میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب بوجہ اپنے عقائد فاسدہ پر مصر ہونے کے میرے نزدیک اس بات کے اہل نہیں کہ وہ مرزا صاحب کی جماعت کے خلیفہ یا امیر ہوں اس لئے میں اس خلافت سے جواز دی ہے سیاسی نہیں ان کا عزل کر کر عند اللہ و عند الناس اس ذمہ داری سے بری ہوتا ہوں...... میں یہ بھی اطلاع دیتا ہوں کہ ان عقائد کے باطل

ہونے پر حضرت مسیح موعود (مرزا جی) کے مقرر کردہ معتمدین کی بھی کثرت رائے ہے اب جو بارہ ممبر حضرت کے مقرر کردہ زندہ ہیں ان میں سے سات ممبر علی الاعلان ان عقائد سے بیزاری کا اظہار کر چکے اور باقی پانچ میں بھی اغلب ہے کہ ایک صاحب بھی ان عقائد میں صاحبزادہ صاحب کے شامل نہیں۔ مرزا جی خود حافظ جی کے محبوب جناب صاحبزادہ بشیر محمود صاحب کو موعود نہ بتائیں ان کے معتمد دست راست ان کے بعد ان کو عاصی و بد عقیدہ ٹھہرائیں اور امامت سے معزول بنائیں۔ مگر حافظ جی ہیں کہ اپنے پیٹ کی خاطر ان کی تعریف کے ترانے گائیں اور مارشس کے سادہ لوحوں کو بہکائیں۔ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۔ (پارہ ۲۳، سورہ ص، آیت ۵)

خدائی سرخی کی چھینٹیں

حافظ جی میں جب اتنا بھی علم نہیں کہ معمولی لفظوں کے معنی ہی سمجھ لیں تو الٰہیات کے اس مسئلہ کو کیا سمجھ سکتے ہیں کہ جسم سے پاک رب العالمین کے لئے دستخط کے واسطے ایسی سرخی کی احتیاج[1] تجویز کرنے سے جس کی چھینٹیں کپڑوں پر نمودار ہوں کیسا شرک لازم آتا ہے اس کے جواب میں ہم سردست یہی کہیں گے کہ

ع...... سخن ا شناس نئی دلبرا خطا ایں جاست

---

[1] افسوس حافظ صاحب کو مرزا صاحب کے اس قابل مضحکہ لغویت پر شرم نہ آئی اور باطل کی محبت میں انہوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ خدا نے دستخط کیلئے قلم ہاتھ میں لیا اور سرخی کا ڈوبہ لیا سرخی زیادہ آگئی تو اس کو چھڑکا اس سے چھینٹیں مرزا کے کپڑوں پر آگئیں۔ حافظ صاحب کی عقل کیا ہوئی اور مرزا کی محبت نے اس درجہ ان کے دماغ کو خراب کیا کہ انہیں شان الٰہی میں ایسی باطل بات بھی گوارا ہوگئی جس کو زبان پر لانے کی کوئی (باقی اگلے صفحہ پر)

مقابلہ و مناظرہ و مباہلہ اور آخری فیصلہ

مرزا صاحب مناظرہ میں کسی عالم ربانی کے مقابلہ کی کبھی تاب ہی نہ لائے مباہلہ کیلئے خود ہی بلایا پھر پیر مہر علی شاہ صاحب مدظلہ معہ اپنے فرزندوں کے تشریف لائے مگر مرزا جی نے منہ نہ دکھایا۔

ہماری تقریر میں مرزا جی کے دعاوی کے ذیل میں جب ان کے مذکر سے مونث بننے کا دعویٰ سامنے آیا تو حافظ جی کو بہت ناگوار ہوا۔ ان کا جھنجلاہٹ اشتہار کی اس عبارت سے ظاہر۔

کاش اُس وقت جب ہم نے بلایا تھا سامنے آتے تو ہم مرزا جی کا سارا کچا چٹھا انہی کی کتابوں میں دکھاتے۔

شرم کے بارے اس وقت تو پردہ ہی میں رہے اب ...... کی طرح ہمیں بددعائیں دیتے ہیں دیا کریں۔ ہم الحمدللہ اعلائے کلمہ حق کر چکے اور کرتے رہیں گے

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

(بقیہ ص ۴۴) کافر بھی جرأت نہ کرے گا۔ یہ خدا کی شان تو کیا ہو سکتی ہے۔ تمیزدار انسان بھی ایسا نہیں کرتا کہ قلم کو اس بے تمیزی سے چھڑ کے کہ دوسرے کے کپڑوں پر چھینٹ آئے۔ یہ خدا کے ساتھ تمسخر ہے جس خدا کی شان یہ ہے اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (پ ۲۳، سورۃ یٰسین، آیت ۸۲) جو سارے جہان کو کن کے امر سے موجود فرمادے وہ ایک دستخط کیلئے قلم سیاہی کاغذ کا محتاج ہو تو الوہیت اور شان واجب کے منافی ہے۔ واللہ غنی عن العالمین۔ اس کیلئے ایسا امر ثابت کرنا جس سے احتیاج لازم آئے اس کی خدائی کا انکار اور کفر ہے پھر قلم کے ہاتھ میں لینے کیلئے ایک (باقی اگلے صفحہ پر)

نوٹ: اس عجالہ میں اسی قدر کافی نمبر ۳ دو ورقی کا جواب انشاء اللہ جہاز میں بیٹھ کر لکھیں گے۔ اب وقت بالکل نہیں۔ امید کہ اس عجلت کے سبب اگر کچھ سہو ہو۔ ناظرین اسے معاف فرمائیں۔

محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵) ہاتھ اور جسمانیت بھی ماننا پڑے گی کہ مادیات کے ساتھ اقتران و تلبس تجرد بحت کے منافی ہے یہ دوسرا کفر ہوا۔ تیسرا کفر علم قدرت کا انکار ہے کہ اس کو خبر نہیں ایک دستخط کیلئے کتنی سیاہی درکار ہے اور یہ اختیار نہیں کہ جتنی درکار ہے قلم میں اتنی ہی آئے۔ بے اختیاری و بے علمی سے قلم دوات میں ڈالا اور اندھا دھند سیاہی بھرلی بعد کو معلوم ہوا کہ یہ تو زیادہ ہے تو یہ قدرت نہ تھی کہ قلم میں رکی رہتی اور حسب ضرورت کاغذ پر لگتی اپنی اس مجبوری و بے اختیاری کی وجہ سے زیادہ سیاہی قلم سے نکالنا پڑی مگر نکالنے کیلئے اتنی تمیز نہ تھی کہ دوات میں واپس کردی جاتی نہ یہ سلیقہ تھا کہ دوات میں جھٹکا دیا جاتا یا کسی اور طرف جھٹکا بھی دیا تو ایسا کہ چھینٹیں مرزا جی کے کپڑوں پر گریں شان الٰہی کے ساتھ تمسخر ہے اور کفریات سے لبریز۔ افسوس مرزائیوں کی لوح قلب اسقدر مکدر ہوگئی ہے کہ وہ ایسے بے ہودہ کفریات کو تسلیم کرتے ہیں اور حافظ صاحب کا یہ قول کہ مادی سیاہی پر کیا اعتراض ہے۔ خدا نے اتنا بڑا جہان مادی پیدا کردیا اور زیادہ افسوس ناک جہالت ہے کیا خدا نے جو کچھ پیدا کیا ہے اس سب کا استعمال بھی اس کیلئے ثابت کرنا جائز ہے۔ یہ اعتقاد ہے تو غذا کھانا پانی پینا بیاہ شادی کرنا بال بچہ والا ہونا سب اس کیلئے ثابت کردو گے۔ تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا مادیات کا پیدا کرنا کہاں اور کہاں ان کا استعمال کرنے لگنا اس عقل پر ہزار تف۔

مُبَسْمِلاً وَحَامِدًا وَ مُحَمِّدًا جَلَّ وَعَلا
وَمُصَلِّيًا وَ مُسَلِّمًا مُحَمَّدًا سلم اللّٰهُ عَلَيْهِ وَصَلّٰى

مرزائی حقیقت کا اظہار

(۳)

جناب مرزا صاحب قادیانی کا ایمان باللہ اور اُس کی حقیقت

کسی مدعی مہدویت و مسیحیت میں علامات مہدی و مسیح دیکھنے کی ضرورت اس وقت ہو جبکہ پہلے اس کا راست باز اور مسلمان ہونا ثابت ہو جائے۔ زبان سے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ الخ۔ پڑھنا لوگوں کے دکھانے کیلئے نمازیں پڑھنا' روزہ رکھنا یا لو فرضنا حج بدل کے ذریعہ حج کرنا یا زکوۃ دینا اسلامی عدالت میں کیونکر قبول ہو سکتا ہے؟ جبکہ ان کے کلمات سے صراحتہً کفر و الحاد کا اظہار ہو رہا ہو۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (پ ۲ سورۃ البقرہ، آیت ۱۷۷)۔ مرزا صاحب کا لاکھ بار اٰمَنْتُ بِاللّٰه کہنا بھی انہیں مومن نہیں بنا سکتا جبکہ اس خدائے حی و قیوم ملک و قدوس کی شان میں اُن کے حسب ذیل کلمات موجود ہیں۔ (توضیح المرام ص ۳۳)

ایمان باللہ: ''یہ مجموعہ عالم خدائے تعالیٰ کیلئے بطور ایک اندام واقع ہے۔ قیوم العالمین (یعنی خدا) ایک ایسا وجود اعظم ہے جس کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر اور ہر

ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لاانتہا عرض وطول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں"۔ (معاذ اللہ من ذالک)

یہ ہے ایمان باللہ۔ یہ خدا کی صفات ہیں اس پر مرزا کو مومن باللہ بتایا جاتا ہے۔ جس سے انحس [1] کفر بھی شرما جائے۔ شرم۔

ایمان بالرسل: اللہ کے رسولوں پر ایمان کیسے ظاہر ہو جبکہ انبیاء کی شان میں کھل کھل کر گستاخیاں کرتے اور خود اپنے آپ کو اولوالعزم صاحب شریعت پیغمبروں سے بھی افضل بتاتے ہیں۔ ان کا مشہور شعر ہے:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(اور بعض نمونہ پہلے بیان ہوئے بعض آئندہ آتے ہیں) پھر غیر انبیاء کو نبی مانتے اور پیغمبر بتاتے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس کوئی سند نہیں۔

ایمان بالملائکۃ: ملائکہ پر ایمان کا حال ان اقوال سے ظاہر (توضیح المرام ص ۳۰) "ملائکہ ستاروں کی ارواح ہیں۔ وہ ستاروں کیلئے جان کا حکم رکھتے ہیں لہذا وہ کبھی ستاروں سے جدا نہیں ہو سکتے۔ جبریل جس کا سورج سے تعلق ہے"۔ الخ۔

ایمان بالکتب: کتاب الٰہی قرآن کریم کے متعلق ان کا یہ خیال

(ازالہ الاوہام ص ۷۲۱ تا ۷۲۵)

---

[1]: انحس سب سے زیادہ منحوس

''قرآن دنیا سے اُٹھ گیا تھا۔ میں اس کو دوبارہ آسمان سے لایا ہوں'' پھر جو قرآن لائے اور جس طرح اس کو پیش کیا اس کی کیفیت کچھ ذکر ہوئی کچھ آئندہ آئے گی کہ الفاظ کا بدلنا تو محال تھا معنی پر ہاتھ صاف کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ جو معنی ان کے نفس نے بتائے وہ کیے نہ ان معنی سے غرض رکھی جو صاحب وحی و کتاب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بتائے نہ اس تفسیر سے مطلب جو صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے فرمائی۔

ایمان بالیوم الآخر: یوم الآخر کا ڈر اور خوف۔ قیامت پر ایمان کی دلیل بنتا مگر ان کی پرائیوٹ زندگی ان کی دلیری پر دلالت کرنے والی جس کی طرف سر دست اشارہ ہی کافی۔ جب اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ الخ۔ کے ایک ایک شعبہ میں ان کا یہ حال ہے تو اب نماز روزہ زکوٰۃ و حج کو دیکھنا فضول خیال۔

اگر بالفرض والتقدیر جناب مرزا صاحب خود ہی حج فرما لیتے تو بھی ان کلمات کفریہ کے ہوتے ہوئے وہ مسلمان ہی کیسے کہلاتے۔ مسیح یا مہدی ہونا تو دوسری چیز۔ مسیح بن مریم علی نبینا و علیہما السلام تو جو ہیں وہ ہیں ان کے حج کی شان کا حدیث شریف میں اس طرح بیان نہ اس میں خواب کا تذکرہ نہ تعبیر کی ضرورت۔ (مسند امام احمد)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیُھِلَّنَّ عِیْسٰی بْنُ مَرْیَمَ بِفَجِّ الرَّوْحَاءِ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَۃِ اَوْ بَیْنَھُمَا جَمِیْعاً۔

مرزا جی نے تو اپنے مزعومہ الہام سے پیش گوئی بھی فرمائی کہ (میگزین ۱۴ جنوری ۱۹۰۶ء) ''ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں'' مگر مرنا تو کجا جانا بھی نصیب نہ ہوا

احمد نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا نام نامی و اسم گرامی احمد ہے۔ اس لئے کہ قرآن کریم نے صاف لفظوں میں فرمایا وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یَا بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۔ (پ ۲۸، سورہ الصف آیت ۶) جب عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں تورات جو میرے آگے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک (بڑے عظیم الشان) رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد ہی تشریف لائیں گے جن کا نام نامی احمد ہے۔ (ﷺ) پس جب وہ (احمد نامی رسول) دلیلوں کے ساتھ ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔

(۱) قرآن کریم نے فَلَمَّا جَآءَهُمْ (پس جب وہ ان کے پاس تشریف لائے) کہہ کر یہ جتا دیا کہ قرآن کریم اُترنے کے وقت وہ احمد (ﷺ) آچکے تھے۔

(۲) مُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ (ایک بڑے عظیم الشان رسول کی بشارت دینے والا ہوں) کی تفسیر خود نبی اکرم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے فرمائی۔ (الشرح السنہ)

عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِيْنَتِهٖ وَ

سَأُخْبِرُكُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِیْ دَعْوَةُ اِبْرَاهِیْمَ وَ بِشَارَةُ عِیْسٰی (الحدیث)

(مشکوۃ ص ۵۱۳)

عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اسی وقت سے اللہ کے نزدیک نبیوں کا ختم کرنے والا لکھا ہوا ہوں جبکہ یقیناً آدم علیہ السلام اپنی گندھی ہوئی مٹی ہی کی حالت میں تھے۔ میں تمہیں اپنا پہلا امر بتاؤں کہ میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت۔

؎ بشارت عیسیٰ مریم نے دی تھی جن کے آنے کی
وہی ختم الرسل بعد ان کے احمد مجتبیٰ آئے

(۳) مِنْ بَعْدِیْ (میرے بعد ہی) کی تفسیر بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی معلوم کیجئے وہی حدیث شریف جو آپ سے پہلے بھی پڑھ چکے اب پھر ملاحظہ فرمالیجئے اِنِّیْ اَوْلَی النَّاسِ بِعِیْسٰی بْنِ مَرْیَمَ الخ۔ میں عیسیٰ بن مریم کے لئے سب سے اولیٰ ہوں اس لئے کہ میرے اور اُن کے درمیان کوئی نبی نہیں اور یقیناً وہی قیامت سے پہلے تمہاری طرف اترنے والے ہیں۔ پس دعائے ابراہیم علیہ السلامؑ بشارت عیسیٰ علیہ السلام احمد مجتبیٰ وہی محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں۔ سلم اللہ علیہ وصلی جوانا احمد کہہ کر اپنا نام نامی بتا رہے ہیں ان کے سوا نہ قرآن کریم نے کسی اور احمد کے آنے کی خبر دی نہ یہ بتایا کہ انہیں لوگ اسلام کی طرف بلائیں گے۔

یہ قرآن کریم پر افترا اور کھلا جھوٹ ہے۔ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔ (پ ۳، سورۃ آل عمران آیت ۶۱) حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت مہدی آخر

الزمان سلام اللہ علیہما دونوں حضرات کی تشریف آوری کی کھلی کھلی علامتیں احادیث طیبہ میں بیان فرمادی گئیں ۔نہ وہ سچے اسلام سے دور ہونگے نہ کوئی سچا عالم ان سے اسلام کا ثبوت مانگے گا نہ ان پر کوئی سچا عالم کفر کا فتویٰ دے گا۔اِنْ ھٰذَا اِلَّا بُھْتَانٌ عَظِیْم۔

ہمارے ناظرین جن کو مرزائی حقیقت کی ابھی پوری طرح خبر نہیں شاید حیران ہونگے کہ کیا قصہ ہے پہلے پرچہ میں تو حافظ جی صاحب جناب مرزا جی کی مجددیت و امامت کی تبلیغ فرمارہے تھے۔پھر مسیحیت کی طرف متوجہ ہوئے۔اب نمبر ۳ میں اول انہیں احمد نبی کہا جارہا ہے اور پھر مہدی بھی بتایا جارہا ہے۔آگے چل کر انہیں کرشن جی بھی تسلیم کیا گیا۔آخر یہ معما کیا ہے؟مرزا جی ہیں یا ایک معجون مرکب؟حافظ جی کوئی خواب دیکھ رہے ہیں یا ان کے قوائے دماغی کسی علت کے سبب خیالات پریشان پیش کررہے ہیں؟

ہم انہیں بتائے دیتے ہیں کہ اس میں بے چارہ حافظ جی کا قصور نہیں:

؎ دریس آئینہ طوطی صفتش داشتہ اند
انچہ اُستاد و بگفت است ہماں می گوید

طوطے کو جیسا سبق پڑھا دیا جاتا ہے وہ اسی کو دہرایا کرتا ہے۔

حافظ جی تو ہمارے سامنے آتے تب ہی انہیں دکھاتے مگر اب ناظرین دیکھیں ہم انہیں بتائے دیتے ہیں مرزا جی کا حال ہی یہ ہے کہ وہ اپنے مزعومہ الہاموں میں کبھی [1] خدا بنتے ہیں کبھی [2] خدا کے بیٹے کبھی [3] تثلیث کے ایک رکن۔کبھی

---

[1]: کتاب البریہ ص ۷۸ و آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴

[2]: دافع البلاء ص ۶، ۷۔ [3]: ملاحظہ ہو توضیح المرام ص ۲۰۱

رسول ۴ صاحب شریعت، کبھی ۵ نبی غیر صاحب شریعت، کبھی مسیح ۶، کبھی مہدی کبھی مجدد اور پھر کبھی کرشن بلکہ اسی پر بس نہیں کبھی مرد کبھی عورت ۔ اگرچہ ہماری تہذیب ہمیں یہ طرفہ تماشا پیش کرنے کی اجازت نہیں دیتی مگر حافظ جی ہمیں جھوٹ کا الزام دے رہے ہیں ۔ لہذا اہم حوالہ نقل کرنے کیلئے مجبور ۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ انہیں الہام ہوا ۔

(۱) ''بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے مگر وہ حیض بچہ بن گیا ہے اور ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے'' ۔ (ناظرین سوچ لیں کہ حیض کس کو آیا کرتا ہے)

نیز فرماتے ہیں:

(۲) خدا نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں تیرا نام مریم رکھا ۔ پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے یہ ظاہر ہے ۔ ۲ برس صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردہ میں پرورش پاتا رہا ۔ پھر جب اس پر دو برس گزر گئے تو جیسا کچھ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم میں درج ہے مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا (پھر اسی صفحہ کے آخر میں فرماتے ہیں) پھر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے دردزہ تنہ کھجور کی طرف لے آئی ۔ الخ ۔

(ص ۴۶، ۴۷) کاغذی کشتی نوح مصنفہ مرزا

عبارات بالا میں ناظرین کو ایک الجھن رہ گئی ہوگی کہ (مرزا صاحب کو) حاملہ

۴: اربعین نمبر ۲، ص ۶ ۵: حقیقۃ النبوۃ صفحات مختلفہ ۶: حقیقۃ الوحی ص ۱۴۸

ٹھہرایا گیا، حمل ٹھہرانے کی تفصیلی صورت ذکر نہیں فرمائی گئی۔ اس لئے بقول کے

ع......اگر پدر نتواند پسر تمام کند

اس کی تفصیل مرزا صاحب کے ایک فرزند روحانی نے فرمادی ملاحظہ کیجئے۔

ٹریکٹ اسلامی قربانی ص ۳۴ مولفہ یار محمد مرزائی مطبوعہ ریاض ہند پریس۔

"کشف کی حالت آپ (مرزا صاحب) پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت (مردانگی) کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا۔ سمجھنے والے کیلئے اشارہ کافی ہے"۔ (معاذ اللہ اب بھی اشارہ ہی رہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ) یہ عبارتیں اگر کسی ایسے شخص کے مقابلہ میں پیش کی جاتیں جس میں غیرت اور شرم کا خفیف سا نقطہ بھی باقی ہوتا تو غالباً وہ اس کے بعد پبلک کو عمر بھر منہ نہ دکھاتا۔ جناب حافظ جی صاحب شاید ہی غور فرمائیں کہ نمبر ۲ دو ورقی کے ص ۴ کالم ۲ سطر ۱۹ کی لعنت کس پر پڑی اور ابد الآباد تک کس پر پڑتی رہے گی۔

ناظرین نے مرزا جی کے مریم و عیسیٰ بننے کا حال تو معائنہ فرمایا اسی پر ان کے آدم و نوح وغیرہ بننے کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔ ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ حافظ جی کو یہ لکھتے ہوئے اس امر کا ذرا بھی خیال نہ آیا کہ ان کی تحریر کسی اہل علم کے سامنے بھی جائے گی۔

آئینہ کی مثال دے کر بروز و ظہور کے مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے بڑے خوش ہونگے کہ ہم نے سادہ لوح افراد کی دھوکہ دہی کیلئے کافی سامان بہم پہنچا دیا۔ لیکن آنکھوں والے دیکھتے ہیں کہ وہ جو حسب فرمان مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم شان انبیاء

کے آئینہ صفت مظہر ہے جن کیلئے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ:

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَنْظُرَ اِلٰی اٰدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَصَفْوَتِهٖ وَاِلٰی یُوْسُفَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ حُسْنِهٖ وَاِلٰی مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ صَلَابَتِهٖ وَ اِلٰی عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ زُهْدِهٖ وَ اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ خُلْقِهٖ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ۔ (سیر الاقطاب ص ۵)

جو کوئی یہ چاہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی صفوت اور حضرت یوسف اور ان کا حسن حضرت موسیٰ اور ان کی صلابت حضرت عیسیٰ اور آپ کا زہد حضرت محمد اور ان کا خلق (صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین) معائنہ کرے پس اُسے چاہیئے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھے۔ باوجود اس شان مظہریت کے دیکھیے کہ کس صفائی کے ساتھ وہی شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں۔

اَلَا وَاِنِّیْ لَسْتُ نَبِیًّا وَّلَا یُوْحٰی اِلَیَّ

خبردار رہنا میں نبی نہیں ہوں نہ میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

تعجب اس پر ہے جس کا مظہر ہونا تو کجا مسلمان ہونے پر بھی کوئی دلیل شرعی نہ قائم ہوتی ہو اور وہ یہ دعویٰ کرے کہ:

''میں نبی ہوں، میں رسول ہوں، سب نبیوں سے افضل ہوں'' (العیاذ باللہ)

پھر اجتماع ضدین سونے پر سہاگہ کہ ایک طرف نبی و رسول ہونے کا دعویٰ دوسری طرف کرشن جی کا اوتار لینے کا ادعا۔

ع ...... ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بہ کجا

سری کرشن جی اور اُن کے روپ

اہل نظر پر مخفی نہیں کہ سری کرشن جی صاحب ہندو جاتی کے ایک بہت بڑے رہبر مانے جاتے ہیں۔ کسی قدیم تاریخی آدمی کے حالات معلوم کرنے کے لئے سمجھدار مفتیشن علوم ہمیشہ پرانے اصلی نسخوں کی تلاش کیا کرتے ہیں چنانچہ سری کرشن جی کے حالات معلوم کرنے کیلئے بھی بجائے زمان حال کے مصنفین کی کتابوں کے ہم اُسی کتاب کے مقالات کی طرف توجہ کرتے ہیں جو خود کرشن جی کی ذاتی کتاب کہی جاتی ہے۔ یعنی بھگوت گیتا۔

اس میں کرشن جی نے اپنے آپ کو جس روپ میں پیش کیا ہے اس کا خلاصہ ان چند حوالوں کے ملاحظہ سے سامنے آجائے گا۔

سری کرشن جی کا ایک روپ یا تصویر کا ایک رُخ

بھگوت گیتا میں کرشن جی فرماتے ہیں:

(۱) اس دنیا کا ماں باپ سہارا اور بابا میں ہوں...... سب کا پالنے والا مالک گواہ۔ جائے قرار۔ جائے پناہ۔ دوست۔ باعث پیدائش۔ باعث خاتمہ۔ باعث قیام خزانہ اور پیدائش کا لازوال بیج میں ہی ہوں۔ اے ارجن میں گرمی دیتا ہوں۔ میں پانی کو روکتا ہوں۔ میں برساتا ہوں۔ میں امرت ہوں۔ گیتا۔۹:۱۷۔۱۹

(۲) سب دیوتاؤں اور مہرشیوں کی ابتداء بہر حال مجھ ہی سے ہے جو شخص یہ جانتا ہے کہ میں پرتھوی وغیرہ سب لوگوں کا بڑا ایشور ہوں اور میرا جنم یعنی آغاز نہیں ہے۔

وہی انسانوں میں موہ سے آزاد ہو کر سب پاپوں سے چھوٹ جاتا ہے۔ (گیتا ۱۰:۲،۳)

(۳) میں سب جانداروں کا مالک ہوں اور پیدائش سے بالاتر ہوں اگرچہ میرے آتم سروپ میں کبھی تغیر نہیں ہوتا مگر میں اپنی پرکرتی (خاصیت) میں قائم رہ کر اپنے مایا سے جنم لیا کرتا ہوں۔ (۴:۶۔۸۔گیتا)

ناظرین نے اس پہلے روپ یا تصویر کے ایک رُخ میں دیکھ لیا کہ سری کرشن جی خدائی کا دعویٰ کر رہے ہیں۔

روپ لینے کی حقیقت پر بھی آپ نے غور کر لیا کہ خدا کے اس جسم محدود میں آ جانے کا نام روپ لینا یا اوتار بننا بتا رہے ہیں۔

ہم تہ دل سے جناب مرزا صاحب کی اس بات کی تصدیق کیلئے تیار ہیں کہ یقیناً ان کے اور کرشن جی کے دعوے یکساں ہیں اور ان دعووں کے اعتبار سے وہ یقیناً کرشن جی کہے جا سکتے ہیں، بطور تمثیل مرزا جی کا دعویٰ ملاحظہ ہوا اور پھر دونوں کے دعووں کا مقابلہ کر لیا جائے۔ مرزا جی کتاب البریہ ص ۷۹ پر فرماتے ہیں۔ ”کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اسی حالت میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے آسمان و زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا...... پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السمآء الدنیا بمصابیح پھر میں نے کہا کہ اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں۔ الخ۔

وغیرہ ذالک من الخرافات

سری کرشن جی کا دوسرا روپ یا تصویر کا دوسرا رُخ

بھاگوت پران میں انہی کرشن جی کی دوسری تصویر اس طرح نظر آتی ہے کہ:

دریا میں کرشن جی اشنان فرما رہے ہیں اور گوپھیاں (خوبصورت عورتیں) بھی نہا رہی ہیں۔ کرشن جی گوپھیوں کے کپڑے چھپا دیتے ہیں سب کی سب دریا سے برہنہ نکلتی ہیں۔ اپنے کپڑوں کی تلاش کرتی ہیں سری کرشن جی گوپھیوں سے لذت اندوز ہونے کیلئے اپنے بہت سے جسم پیدا کر لیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ (ملخصاً)

سوک رشی سے راجہ پرکشت پوچھتا ہے کہ خدا تو اوتار کے روپ میں اس لئے ظاہر ہوا کرتا ہے کہ سچا دہرم پھیلائے۔ یہ کیسا خدا ہے کہ دہرم کے تمام اصولوں کے خلاف دوسروں کی عورتوں سے.........؟

رشی جی کرشن جی کے عمل کی تاویل اس طرح فرماتے ہیں کہ "خود دیوتا بھی بعض اوقات نیکی کی راہ سے ہٹ جاتے ہیں مگر اُن کے گناہ ان کی ذات پر اسی طرح اثر نہیں کرتے جس طرح آگ تمام چیزوں کو جلانے کے باوجود مورد الزام نہیں ہو سکتی"

ان دونوں تصویروں کو دیکھتے ہوئے زیادہ بریں نیست کہ حسن خیال کی بناء پر ہم یہ کہہ دیں کہ یہ دونوں غلط ہیں (وہ محض ایک انسان تھے اور ایسی شرمناک باتیں ہرگز نہ کرتے ہوں گے مگر یہاں تو غور طلب یہ امر ہے کہ تاریخی نقطہ نظر سے بھی دو تصویریں ہمارے سامنے ہیں پس جو حکم بھی دیا جائے گا وہ اسی معلومات کی بناء پر اور اُس کے بلکہ صرف اس کے ہوتے ہوئے کون صاحب عقل ان کو نبی بتا سکتا ہے؟ اور اس خدائی

خطاب کو ان پر چسپاں کر سکتا ہے۔ درآنحالیکہ خدائی کتاب میں اس کا اعلان ان کی شخصیت پر نہ کیا گیا ہو۔ تصویر کے دوسرے رُخ یا کرشن کے دوسرے روپ کے پہلے حصہ کا تعلق مرزا صاحب سے کیا ہے۔ اس کے متعلق لب کشائی سردست مناسب نہیں معلوم ہوتی لیکن دوسرے روپ کے باب میں سوک رشی جی نے جو کچھ فرمایا اُسے دیکھتے ہوئے ہم اس کی تصدیق کرنے میں ذرا تامل نہ کریں گے کہ بے شک کرشن قادیانی جی کے چیلے تھے ان کی بات کو بنانے اور تاویل فرمانے میں ایسے ہی مشاق ہیں جیسے رشی جی تھے گویا مرزا جی اگر کرشن جی کے اوتار ہیں تو وہ سوک رشی جی کے۔ اس لئے کہ کوئی ضرورت تو ہوگی۔ جس کے لیے مرزا صاحب نے اپنا یہ مزعومہ الہام بیان فرمایا کہ:

(۱) اعمل ما شئت قد غفرت لک

"جو چاہے تو کیے جا ہم نے تجھے بخش دیا"

(۲) اور حافظ جی جیسے چیلے آسمانی نکاح والی کے متعلق واقعات میں ایسی ہی عجیب وغریب تاویل فرماتے اور پھر حوالہ لکھتے ہیں کہ:

"لڑکی ۹/۸ برس کی تھی اس پر نفسانی افترا............ حماقت ہے"

شاید انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ دنیا میں کوئی سمجھدار باقی ہی نہیں رہا جو یہ جانتا ہو کہ اگر بالفرض ۹/۸ برس ہی کی عمر مان لی جائے تو ہندوستان اور بالخصوص پنجاب میں اتنی عمر کی اچھے کھاتے پیتے گھرانوں کی بچیاں کیسی ہوتی ہیں؟

بہر نوع ہم یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ اوتار کہیئے بروز کہیئے یا ظہور سے تعبیر کیجیے

یا آئینہ کی تصویر کو تمثیل بنائیے۔ مرزا جی اپنے دعاوی کے اعتبار سے جو کچھ بھی ہیں کرشن جی کے ہیں۔اس لئے کہ:

(۱) کرشن جی نے اوتار یا حلول کا مسئلہ سکھایا۔

مرزا جی نے بھی انت منی و انا منک تو مجھ سے ہے میں تجھ سے ہوں" کا مفروضہ الہام سنایا۔ پھر خدا کو معاذ اللہ تینندوے سے تشبیہ دی اور ہاتھ پیر والا بھی بتایا

(۲) کرشن جی نے تناسخ آواگون کا مسئلہ سکھایا۔ مرزا جی نے بھی سب کا بروز مثیل ظہور ہونے کا دعویٰ ایسی ہی شکل میں پیش فرمایا جس کا ترجمہ آسانی کے ساتھ آواگون ہی سے کیا جا سکتا ہے۔

لہٰذا ان کا کرشن ہونا تو درست مگر کرشن ہوتے ہوئے مجدد و مہدی و عیسیٰ بن مریم علیہم السلام بلکہ بقول حافظ جی احمد نبی علیہ السلام بننا دشوار اور ان موحدین کی نورانی قبا کا اس صورت پر جو کرشن نما (یعنی بقول حافظ جی کالی) ہو پھبنا خود اس قبا کے لئے عار

ہمیں افسوس ہے کہ کرشن جی کی کوئی تیسری تصویر ہمیں کہیں سے دستیاب نہیں ہوئی نہ کہیں قرآن کریم میں ان کا ذکر نہ کسی اور آسمانی کتاب میں ان کا بیان نہ کسی حدیث میں خبر۔ نہ کسی مستند تاریخ میں کوئی اثر۔ یہ مانا کہ ہندوستان میں بھی ہادی اور رہبر بلکہ انبیاء و رسول آئے ہوں مگر اس کی کیا دلیل کہ فلاں شخص نبی تھا؟

حافظ جی کو جب قرآن۔ حدیث۔ تفسیر۔ تاریخ کہیں بھی پتہ نہ ملا تو عجب بے تکی اڑائی کہ فلاں فلاں نے لکھا کہ "ہندوستان میں ایک کالے رنگ والا نبی تھا جس کا نام کاہن تھا" چونکہ اس کا رنگ کالا بتایا گیا اور کرشن کے معنی بھی کالا لہٰذا کرشن نبی تھا۔

اس بیان پر غالبًا ایک معمولی سمجھ رکھنے والا بچہ بھی ہنس پڑے گا اور حافظ جی کی، نہیں نہیں۔ مرزا صاحب کی قابلیت کی داد دے گا۔ ہمیں افسوس ہے کہ محض بدیں خیال کہ کہیں مارشسں کے سادہ لوح اس افسوں میں نہ آجائیں ایسی تحریر پر تنقید کی ضرورت لاحق ہو رہی ہے۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسی لغو تحریر پر تبصرہ کرنا بھی شان علمی کے خلاف۔ اس لئے کہ سب سے پہلے تو یہی بات قابل لحاظ کہ اس خبر ہی کا کیا اعتبار پھر اگر بالفرض کسی تاریخ سے اس کا پتہ بھی مل جائے تو اس کا کیا ثبوت کہ یہ کرشن جی ہی کے متعلق سے اس لئے کہ نام تو کاہن بتایا گیا نہ کرشن۔ پھر اگر اس کا علم نہ مانا جائے بلکہ اسم صفت ہی مانیں تو حافظ جی کرشن جی کو کالا بتائیں۔ ساری ہندو جاتی تو آج بھی متھرا میں گنگا کے کنارے بہت سی خدا کی بندیاں اسی اُمید پر کہ کسی موہنی روپ میں ان کے درشن ہو جائیں سب کچھ تجنے کیلئے تیار رہتی ہیں۔

ممکن ہے کہ یہ کاہن وہی یوز آسف ہو جو ہندوستان کے صوبہ سولابت میں راجہ جنسر کے گھر پیدا ہوا شاہزادہ نبی کہلایا۔ کشمیر گیا وہیں مرا وہیں دفن کیا گیا۔ آج تک اس کی قبر شہزادہ نبی کی قبر کہلاتی اور اسی نام سے پہچانی جاتی ہے۔ بعض روایتیں اُس کے متعلق ایسی بیان بھی کی جاتی ہیں جو اس کی کہانت پر دلالت کرسکتی ہیں۔[1]

مرزا جی نے اسی کی قبر کو حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر تصنیف کر ڈالا۔ پھر اور آگے بڑھیے مرزا جی تو نہ کرشن کی نبوت بتاتے ہیں نہ اس کی نبوت کا ظہور وہ تو صاف فرماتے ہیں کہ:

[1] تفصیل حال کے لئے کتاب یوز آسف اور بلوہر مترجمہ مولوی سید عبد الغنی مطبوعہ مطبع ہاشمی دہلی ص ۳۵۸ کو دیکھا جاسکتا ہے۔

''میں راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں بڑا اوتار تھا''۔ پھر آگے چل کر گیتا کو فی الجملہ الہامی کتاب مانتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اُن (مرزاجی) پر الہام ہوا ا ہے۔ کرشن رودھر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے''۔ (لیکچر مرزا صاحب ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء سیالکوٹ)

مرزا صاحب نے گیتا کا حوالہ دے کر خود واضح کر دیا کہ ان کی مراد کیا ہے۔

گیتا میں اوتار یا روپ کے معنی آپ نے ابھی ابھی کرشن جی کے بتائے ہوئے دیکھے کہ خدا کے انسانی جسم میں حلول کرنے کو اورتار لینا یا روپ لینا کہا گیا۔ پس مجرد ان کلمات کے استعمال ہی نے انہیں دائرہ توحید سے جدا شرک کے مرض میں مبتلا کر دیا اب ان سے اور اسلام سے کیا علاقہ رہا؟

توہین انبیاء

جناب حافظ جی صاحب کو اس تحریر کے وقت شاید یہ خیال نہ رہا ہوگا کہ جس کے جواب میں وہ اپنی دو ورقی پیش کر رہے ہیں۔ وہ اگر چہ مارشس سے جارہا ہے مگر اس کا قلم الحمدللہ ہزاروں کوس کی مسافت سے بھی ان کی پردہ دری کرنے کیلئے تیار رہے گا۔ اسی لئے بے خوف وخطر فرماتے ہیں کہ:

''مرزا صاحب نے نبیوں کو گالیاں دی ہیں یہ بھی صریح جھوٹ ہے''

ا: یاللعجب ہم وید میں توحید کا جلوہ دکھائیں تو ہم پر اعتراض، یہ گیتا کو الہام مانیں تو بھی کچھ نہیں۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں کرتے

ناظرین! ذرا سطور ذیل کو بغور پڑھیں اور خود ہی فیصلہ کرلیں کہ مرزا جی نے اگر اپنے ان کلمات میں گالیاں نہیں دیں تو کیا کیا؟

(۱) جنگ مقدس ص ۷ ''مسیح کا بے باپ پیدا ہونا میری نگاہ میں کوئی عجوبہ بات نہیں۔ اب برسات قریب آئی ہے باہر جا کر دیکھئے کتنے کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہو جاتے ہیں''۔ (معاذ اللہ)

(۲) اخبار بدر مورخہ ۹ مئی ۱۹۰۷ء میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں (نہ کہ عیسائیوں کو):۔

''ایک دفعہ حضرت مسیح زمین پر آئے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ کئی کروڑ مشرک دنیا میں ہو گئے۔ دوبارہ آ کر وہ کیا بنائیں گے کہ لوگ (مسلمان) ان کے آنے کے خواہش مند ہیں''۔ (معاذ اللہ)

(۳) ''حق بات یہ ہے کہ آپ (حضرت مسیح علیہ السلام) سے کوئی معجزہ نہیں ہوا'' (معاذ اللہ یہاں حق بات کہہ کر قرآن میں ذکر کیے ہوئے معجزات کا بھی انکار ہے)

(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۶)

(۴) ''آپ (حضرت مسیح علیہ السلام) کے ہاتھ میں مکر و فریب کے سوا اور کچھ نہیں تھا''۔ (معاذ اللہ)

(۵) آپ (حضرت مسیح علیہ السلام) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں''۔ (معاذ اللہ)

(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۷)

علمائے اسلام نے جب مرزا جی کے ان کلمات پر گرفت کی تو خود مرزا جی ہی کی زبان سے سنئے کہ اُن علماء کو (حافظ جی نے تو ہمیں جھوٹا کہا مرزا جی) مفسد و مفتری بتا کر کس انداز سے اپنی بریت کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت مسیح کے بھائی بہن بتا کر مکرر گستاخی کر رہے ہیں۔

'مفسد و مفتری وہ شخص ہے جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا ...... مسیح تو مسیح میں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں۔ یسوع کے چار بھائی اور بہنیں تھیں۔ یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھے۔

(کاغذی کشتی نوح ص ۱۶)

ہم نہیں جانتے کہ مرزا جی کا اعتقاد وہ ہے جو حافظ جی لکھتے ہیں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ پیدا ہوئے یا یہ جس میں ان کی دادیاں' نانیاں اور حقیقی بھائی بہن بتائے گئے اگر پہلا ہے تو اس کا مرقعہ حوالہ نمبر ا سے ظاہر کہ حضرت مسیح کو برساتی کیڑوں سے تشبیہ دی گئی اور اگر دوسرے ہے تو اس کی شان ناظرین نے دیکھ ہی لی کہ دادیاں اور نانیاں بھی بنیں اور انہیں شنیع گالیاں بھی دی گئیں۔

حافظ جی کہتے ہیں کہ ان کا عقیدہ بدلتا رہتا تھا۔ پہلے حیات مسیح کے قائل تھے پھر وفات مسیح کا عقیدہ تصنیف کیا۔ ممکن ہے کہ اس عقیدہ میں بھی ایسا ہی پیچ ہو۔ بہر صورت دونوں طرح گالیاں دیں گستاخیوں کیں پھر ان سے توبہ بھی نہ کی لہذا جرم ثابت۔

یہ داؤ پیچ عقلا کے سامنے نہ چل سکا ہے نہ چل سکے گا کہ مسیحیوں کو ملزم بنانے

کیلئے جواب میں تھیں اس لئے کہ اخبار بدر اور کشتی نوح ص ۱۶ کے حوالہ نے تو صاف ظاہر کر دیا کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں بھی یہی کہا گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

نکاح آسمانی

محمدی بیگم سے مرزا جی کے مفروضہ نکاح کے باب میں حافظ جی نے ہمارا اعتراض اس طرح نقل کیا ہے کہ ''نکاح والی پیش گوئی پوری نہ ہوئی''۔ اس کا جواب سیدھا سادھا تو یہ تھا کہ ''پوری ہوگئی'' مگر چونکہ یہ جواب امر واقعہ کے خلاف ہے لہذا حافظ جی صاحب نے سوک رشی جی کے بروز کی حیثیت سے عجیب وغریب تاویل فرمائی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) نکاح کی پیش گوئی صرف اس غرض سے تھی کہ محمدی بیگم کے خاندان کے لوگ جو بے دین تھے اُن کو نکاح کا نشان دکھا کر دیندار بنائیں۔

(۲) احمد بیگ (پدر محمدی بیگم) نے توبہ نہ کی وہ ہلاک ہوگیا۔

(۳) پیش گوئی میں توبہ کی شرط تھی توبی توبی الخ۔ توبہ سے یہ سب باتیں ٹل گئیں۔ تقریباً سارا خاندان مرزائی بن گیا۔

لہذا:۔ **توبہ سے نکاح ٹل گیا**

تحریر اگرچہ طویل ہو جائے مگر ہم مجبور ہیں چونکہ مرزائی پورا حوالہ دیکھ لینے کے بعد بھی باتیں بنانے کی عادت رکھتے ہیں اور کسی وجہ سے اگر مختصراً حوالہ کا ذکر کر دو تو فوراً جھوٹ کا الزام دیتے ہیں۔ لہذا اس باب میں بھی ہم تفصیل کے ساتھ حوالہ پیش کر کے فیصلہ اہل نظر پر چھوڑتے ہیں۔

جواب اور اس کا ثبوت

محمدی بیگم کے خاندان کے لوگ بے دین نہ تھے اس کا ولی یعنی باپ ایسا دیندار کہ اس کے ساتھ مرزا جی محبت کا اظہار کرتے اور اس کے اسلام کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ وہی ہیں جن کو حافظ جی کہتے ہیں کہ تو بہ نہ کی ہلاک ہو گیا"۔ نامہ مرزا صاحب بنام مرزا احمد بیگ صاحب پدر محمدی بیگم مورخہ ۷ اجولائی ۱۸۹۲ء۔

"مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ .... آپ کے دل میں اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہو لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل آپ کی طرف سے بالکل صاف ہے۔ قادر مطلق سے آپ کیلئے دعائے خیر و برکت چاہتا ہوں .... کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تا کہ میرے دل کی محبت اور خلوص اور ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے...... ہمیں خدائے قادر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اس عاجز سے ہو گا اگر دوسری جگہ ہوا تو خدا کی تنبیہیں وارد ہوں گی اور آخر اسی جگہ ہو گا ...... ہزاروں پادری شرارت نہیں حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے لیکن خدائے تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا...... جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر ہرگز بدل نہیں سکتا۔ خدائے تعالیٰ آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اُس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔ (غلام احمد) اور ملاحظہ کیجئے:۔

نامہ مرزا بنام مرزا علی شیر بیگ (محمدی بیگم کے پھوپھا۔ مرزا کے لڑکے فضل احمد کے خسر) مورخہ ۴ مئی ۱۸۹۱ء۔

مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

......میں آپ کو غریب طبع نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں......

آپ کو ایک خبر سناتا ہوں آپ کو اس سے بہت رنج گزرے گا...... میں نے سنا ہے کہ عید کی دوسری تاریخ اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے.......... میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے' ذلیل کیا جائے وسیاہ کیا جائے اب مجھ کو بچالینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ (اللہ نے نہ بچایا لہذا آپ کیا بنے؟) اگر میں اس کا ہوں گا تو ضرور بچالے گا (اس نے نہ بچایا ثابت ہوا کہ اس کے نہ تھے' آگے چل کر ایک طویل عبارت میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے) کہ آپ اپنی بیوی سے کہیے کہ وہ اپنے بھائی کو مجبور کریں' ان کو چھوڑ دینے کی تنبیہ کریں تا کہ وہ بہن کے دباؤ سے مجبور ہو کر محمدی بیگم کا نکاح مرزا صاحب سے کردیں اور اگر آپ کی بیوی ایسا نہ کریں گی تو میں اپنے بیٹے فضل احمد سے کہوں گا کہ اپنی بیوی آپ کی لڑکی کو طلاق دے اگر اس نے میرا کہنا نہ مانا تو میں اُسے عاق کردوں گا، وراثت سے محروم کردوں گا۔

(ناظرین انصاف کریں کیا مجدد مسیح ونبی کی یہی شان ہوتی ہے؟)

ان ہر دو خطوط کے اقتباس نے اگرچہ بہت سی باتوں کو واضح کردیا مگر ہم سر دست ان امور ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

(۱) مرزا احمد بیگ مسلمان تھے اچھے آدمی تھے۔ مرزا جی کا دل ان کی طرف سے

صاف تھا بلکہ ان سے بے حد محبت تھی لہذا ان کی موت کسی جرم کے سبب نہیں ہوئی۔ وہ مسلمان تھے اسلام پر مرے ہاں جرم صرف اس قدر تھا کہ جوان بیٹی بوڑھے بے دین مرزا جی کو کیوں نہ دی۔

(۲) نکاح کی تحریک صرف الہام کے سبب کی گئی ہے نکاح ضرور ہوگا۔ اس لئے کہ پادریوں اور ہندوؤں کے لئے نشان ہے۔ اگر دوسری جگہ ہوگا تو تنبیہیں ہوں گی اور آخر مرزا جی ہی سے ہوگا۔

(۳) اگر نکاح نہ ہوگا تو مرزا جی خوار ذلیل روسیاہ ہو جائیں گے۔

بقول مرزا جی نکاح نشان مسیح آخر الزمان ہے اور وہ ظاہر نہ ہوا

اور آگے چلئے اور دیکھئے مرزا جی اس نکاح کو مسیح موعود کا نشان بتاتے ہیں۔

محمدی بیگم کے خاندان والوں کی اصلاح سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا ذکر کرتے ہوئے کہ مسیح بن مریم دنیا میں اُتریں گے شادی کریں گے۔ الخ۔ جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں "تزوج سے مراد خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا...... جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے گویا اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی"۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳)

پھر صفحہ ۵۴ پر فرماتے ہیں کہ:۔

براہین احمدیہ میں بھی اس پیشگوئی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے:..........

تیسری زوجہ جس کا انتظار ہے............ یہ ایک چھپی ہوئی پیشگوئی ہے جس کا سر اس وقت کھولا گیا"۔

اب بھی کیا اس کے ثبوت میں کوئی کسر رہ گئی کہ اس نکاح کو مرزا جی مسیح موعود کا نشان بتا رہے ہیں پس بقول مرزا صاحب اگر یہ نشان ظاہر نہ ہو نکاح نہ ہو تو وہ مسیح موعود نہیں۔ بقول مرزا جی نکاح تقدیر الٰہی ہے جو ٹل نہیں سکتی۔ وہ ٹل گئی لہذا تقدیر نہ تھی۔ جناب مرزا صاحب نے متعدد مقامات پر اس مضمون کو ظاہر فرمایا کہ یہ نکاح ہونا خدا کا ایسا وعدہ ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ ان خطوط میں بھی اس کا ذکر یہاں مزید ایک اور حوالہ دیکھیے:۔

اشتہار نصرت دین مورخہ ۲۰ مئی ۱۸۹۱ء میں فرماتے ہیں۔

"خدائے تعالٰی کی طرف سے یہی مقدار اور قرار پا چکا ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی خواہ پہلے باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے یا خدائے تعالٰی اس کو بیوہ کر کے میری طرف لائے"۔

توبی توبی کی شرط اور اس کا پورا نہ ہونا

اب جناب حافظ جی صاحب کی ان دونوں رکیک تاویلوں پر نظر ڈالئے کہ توبہ سے نکاح ٹل گیا۔ احمد بیگ نے توبہ نہ کی وہ ہلاک ہو گیا۔

حافظ جی کو یا تو خبر ہی نہیں یا دیدہ دلیری ہے یا طوطی کی صدا جہاں کہیں بھی اس نکاح کو قسم کے ساتھ موکد کرتے ہوئے وعدہ ربانی بتایا گیا اس کا آسمان پر منعقد

ہونا ظاہر کیا گیا۔ وہاں کہیں توبہ کا ذکر تک نہیں آیا اور اگر بالفرض توبہ کو شرط بھی قرار دیا جائے تو عذاب اور بلا کیلئے نہ کہ نکاح کیلئے۔ پھر توبی توبی کے صیغوں پر نظر ڈالیے کہ یہ مونث کے صیغے ہیں۔ چنانچہ خود مرزا جی ان کا ترجمہ اور مطلب بیان فرماتے ہیں۔
حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۸۷...... "اے عورت توبہ کر توبہ کر کیونکہ تیری لڑکی اور تیری لڑکی کی نانی پر ایک بلا آنے والی ہے"۔

(۱) مرزا جی نے خود واضح کر دیا کہ اس کی مخاطبہ محمدی بیگم کی والدہ ہیں۔ ان کے توبہ کرنے سے ان کی والدہ اور محمدی بیگم کی بلائیں ٹلیں گی۔

محمدی بیگم کی نانی پر کیا بلا آنے والی تھی جو ٹلی؟ خبر نہیں محمدی بیگم پر جو بلا آنے والی تھی وہ بقول حافظ جی ٹل گئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ محمدی بیگم کی والدہ نے توبہ کی۔

اب سوال فقط اسی قدر باقی رہ گیا کہ جب مرزائی توبہ سے مراد مرزائی بننا لے رہے ہیں تو کیا محمدی بیگم کی والدہ نے مرزائیت کو قبول کیا؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ جب نہیں تو وہ بلا بھی کیوں ٹلی؟ پھر یہ کہنا کہ قریباً سارا خاندان مرزائی بن گیا کھلا جھوٹ۔ مرزا احمد بیگ کا اسلام پر مرنا ظاہر۔ حافظ جی کو تسلیم کہ مرزائی نہیں ہوا ان کا داماد محمدی بیگم کا شوہر مرزائی نہیں ہوا۔

محمدی بیگم الحمدللہ مسلمہ ہے بلکہ اس کی اولاد بھی ماشاءاللہ مسلمان وہ اور اس کے قریبی اعزا و اقربا سب کے سب بمنہ تعالیٰ اسلام پر قائم اور مرزائیت سے بیزار بلکہ ان علمائے حقانی کے اعوان و انصار جو مرزائیوں سے برسرپیکار۔ پھر بلا ٹلی تو کیوں ٹلی؟

(۲) نکاح۔ بلا ہے؟ عذاب ہے؟ یا کیا؟

مرزاجی فرماتے ہیں:۔ آئینہ کمالات اسلام ص ۲۸۱، ۲۸۸

''یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور رحمت کا نشان ہوگا۔ اُن تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء میں مندرج ہیں''۔

توبی توبی کے کلمات کو اگر شرط مان بھی لیا جائے تو اس سے بلا ٹلنی چاہیئے نہ کہ رحمت و برکت۔ پس یا تو یوں کہا جائے کہ نکاح نہ تھا بلا تھا (محمدی بیگم کیلئے نہ سہی مرزاجی کیلئے سہی) یا یہ کہیے کہ توبہ کا علاقہ نکاح سے نہ تھا۔ دونوں شکلوں میں ہمارا دعویٰ ثابت۔ ہمارا بیان صرف نفس نکاح کے متعلق تھا کہ:

(۱) اس کو مقدر بتایا گیا۔

(۲) خدا کا نہ ٹلنے والا وعدہ کہا گیا۔ وہ ٹل گیا۔ لہذا خدا کا وعدہ نہ تھا مقدر نہ تھا اور مرزاجی کا یہ دعویٰ جھوٹا' الہام جھوٹا۔

(۳) مرزاجی نے کہا کہ اگر یہ نکاح نہ ہوا تو:۔

(ا) مرزاجی ہر بد سے بدتر ٹھہریں گے مفتری ہونگے کذاب ہونگے۔

(ب) ان کے تمام دعوے جھوٹے ہونگے۔

(ج) مرزاجی ذلیل ہونگے روسیاہ ہوں گے ناک کٹ جائے گی۔ کسی نے توبہ کی یا نہ کی۔ عذاب ٹلا یا نہ ٹلا۔ ہمیں سردست اس سے کچھ غرض نہیں۔ مرزاجی کے دعوے اور یہ امر واقعہ سامنے ہے کہ نکاح نہ ہوا۔ فیصلہ ہم نہیں کرتے خدا نے کیا اور جو ہونا تھا ہو گیا۔ مرزاجی کو جو بننا تھا بن گئے۔

اگر سادہ لوح افراد کی آنکھیں اب بھی نہ کھلیں تو وہ جانیں۔

طاعون اور قادیان

جناب حافظ صاحب کی دیدہ دلیری ملاحظہ کیجئے کہ کس جرأت کے ساتھ ہم پر غلط بیانی کا الزام لگاتے اور دنیا کی آنکھوں میں کس طرح خاک ڈالنا چاہتے ہیں۔
حافظ جی لکھتے ہیں کہ ''مرزا جی نے لکھا ہے کہ قادیان میں طاعون نہ آئے گی یہ مولوی صاحب کی بالکل غلط بیانی ہے''۔

ناظرین فیصلہ کریں کہ ہم نے جو کچھ کہا تھا اس کی تفصیل یہ ہے یا نہیں؟

(۱) مرزا صاحب نے مواہب الرحمٰن میں فرمایا ''لنا من الطاعون امان ہم لوگوں کیلئے طاعون سے امان ہے''۔ ''لنا'' کے مصداق چونکہ دنیا بھر کے مرزائی تھے جب مختلف مقامات سے مرزائیوں کے مرنے کی خبریں آنے لگیں اور معترضین نے اعتراض کیا ہوگا تو فرمایا۔ (دافع البلا صفحہ ۸)

''خدا نے سبقت کر کے قادیان کا نام لے دیا ہے کہ قادیان کو اس (طاعون) کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کیلئے نشان ہے؟

قادیان چھوٹا سا قصبہ اس کی مختصر سی آبادی مگر جب اُس میں بھی یہ حالت ہوئی کہ پیسہ اخبار لاہور مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۰۴ء رقمطراز ہے:۔

''قادیان آج کل پنجاب میں اوّل نمبر طاعون میں مبتلا ہے۔ بیس موتوں کا اوسط ہے۔ قصبہ میں ہلچل مچی ہوئی ہے''۔ (ناظرین مرزا صاحب کے مزعومہ الہامی

الفاظ خوفناک تباہی کا اس عبارت پیسہ اخبار میں خاص لحاظ رکھیں۔ نیز حافظ جی کے الفاظ بھی یاد رہیں کہ ''جو لوگوں کو بدحواس کر دے'' اس لئے کہ اس کی تفصیل ہلچل کے لفظ میں موجود ہے۔ پھر جب قادیان میں اس قدر طاعون پھیلا کہ ۳۱۴ اموات کی رپورٹ عام اخباروں میں شائع ہوئی تو مرزا جی کو خود تسلیم کرنا پڑا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

الحکم قادیان ۱۰ اپریل ۱۹۰۷ء آج کل طاعون بہت بڑھتا جاتا ہے چاروں طرف آگ لگی ہوئی ہے۔ (اس آگ لگنے پر خاص توجہ رہے بدحواسی شاید کسی اور چیز کا نام ہوگا) میں اپنی جماعت کیلئے خدا سے بہت دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کو بچائے رکھے) مگر دعا قبول نہیں ہوتی۔

مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی
آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

مگر قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جب قہر الٰہی نازل ہوتا ہے تو بدوں کے ساتھ نیک بھی لپیٹے جاتے ہیں''

سامعین کو یاد ہوگا کہ اس کے بعد ہم نے تذکرۃً یہ بھی بتایا تھا کہ مرزا جی نے اپنے گھر کو وسیع کرنے اور بڑا بنانے کیلئے چندہ مانگنے کا حیلہ بناتے ہوئے بھی لکھا تھا کہ ہمارا گھر طاعون سے محفوظ رہے گا۔ لہٰذا اس میں بہت سے آدمیوں کے رہنے کی جگہ کرنے کیلئے بڑا بنانے کی ضرورت اور اس کیلئے روپیہ کی حاجت۔ پس لاؤ چندہ!!!

گھر تو اس بہانہ سے بن گیا چندہ بھی خاطر خواہ مل گیا اب حافظ جی تو لکھتے ہیں کہ آج تک اس گھر کا چوہا بھی طاعون سے نہ مرا مگر مرزا جی حقیقۃ الوحی کے صفحہ

۳۲۹ پر اعتراف فرماتے ہیں کہ:

''جب دوسرے دن کی صبح ہوئی تو میر صاحب کے بیٹے اسحاق کو تیز تپ ہوا اور سخت گھبراہٹ شروع ہوگئی اور دونوں طرف ران میں گلٹیاں نکل آئیں''۔

حافظ جی شاید اس کی بھی تاویل فرمادیں کہ گھر سے مراد ہے وہ خاص کمرہ جس میں مرزا جی سوتے تھے بلکہ کمرہ سے مراد بھی وہ چارپائی جس پر وہ آرام فرماتے تھے بلکہ چارپائی سے بھی ان کا جسم یعنی جو مرزا جی کے جسم میں حلول کر گیا وہ طاعون سے نہ مرا۔ یہ سوک رشی کی تاویلات کا نمونہ ہے وہ فرمائے جائیں۔

پیر اندتہ و عبدالکریم کی روحیں اب دنیا میں آکر بتائیں گی کہ وہ خود مرزا جی کے گھر ہی میں طاعون سے مرے تھے۔

محمد افضل و برہان الدین و محمد شریف و نواز احمد وغیرہ خاص خاص مرزائی اب بول ہی نہیں سکتے کہ وہ کس درجہ کے فدائی تھے اور قادیان ہی میں مرزا جی کی دیکھتی آنکھوں طاعون ہی سے ہلاک ہوئے۔ (دیکھو ذکر الحکیم صفحہ ۹۱)

مولوی فاضل ثناء اللہ صاحب امرتسری سے مرزا جی کا آخری فیصلہ

ہم حیران ہیں کہ حافظ جی کے جھوٹ کہاں تک جتائے جائیں۔ ہم نے ہر گزاپنی تقریر میں مباہلہ کا ذکر ہی نہیں کیا بلکہ اُسی آخری فیصلہ اور دعا کو یاد دلایا جس کی تصدیق میں مرزا جی نے اس عالم کو چھوڑا۔

مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے باب میں اشتہار دیا جس کا

عنوان ہی یہ بتا دے گا کہ یہ فیصلہ تھا۔ نہ کہ مباہلہ۔ عنوان یہ ہے۔

"مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ"

سارا اشتہار پڑھ جایئے لیکن ایک جگہ بھی اگر مباہلہ کا لفظ مل جائے یا کہیں یہ بھی لکھا ہوا نظر آئے کہ اس دعا کے مقابلہ میں مولوی صاحب موصوف بھی یہی دعا فرمائیں جیسا کہ ڈوئی اور دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں مرزا صاحب نے لکھا۔ تو ہم ذمہ دار پھر مزید ثبوت کیلئے جناب مرزا جی کے حکم سے ان کے سررشتہ دار نے جو حکم نامہ جناب مولوی صاحب موصوف کے نام جاری کیا اس کی عبارت ملاحظہ فرمایئے جو اس مضمون کو بالکل ہی واضح کر دیتی ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے حقیقۃ الوحی کی اس دعوت عام کو دیکھ کر جو تمام علمائے اسلام کو مرزا صاحب کی طرف سے دی گئی تھی مرزا جی کو لکھا کہ "کتاب حقیقۃ الوحی بھیجئے تا کہ میں مباہلہ کی تیاری کروں"۔ اس کے جواب میں انہیں بحکم مرزا صاحب لکھا جاتا ہے کہ:

"آپ کا خط حضرت مسیح موعود کی خدمت میں پہنچا جس کے جواب میں آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ کی طرف حقیقۃ الوحی بھیجنے کا ارادہ اس وقت ظاہر کیا گیا تھا جس وقت مباہلہ کے واسطے لکھا گیا تھا تا کہ مباہلہ سے پہلے پڑھ لیتے مگر چونکہ آپ نے اپنے واسطے تعین عذاب کی خواہش ظاہر کی اور بغیر اس کے مباہلہ سے انکار کر کے اپنے لئے فرار کی راہ نکالی۔ اس واسطے مشیت ایزدی نے آپ کو اور راہ سے پکڑا اور

حضرت حجۃ اللہ مرزا صاحب کے قلب میں آپ کے واسطے ایک دعا کی تحریک کی اور دوسرا طریق اختیار کیا''۔ اس عبارت سے ناظرین نے بخوبی اندازہ لگالیا ہوگا کہ یہ دوسرا طریق مباہلہ نہیں بلکہ تعیین عذاب بصورت دعا ہے اور مشیت ایزدی کے مطابق بھی آخری فیصلہ ہے۔ اس دعا کا اثر فیصلہ کردے گا کہ اس باب میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟

مرزا جی کی دعا

''اے میرے آقا! اے میرے بھیجنے والے!...... میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں التجا ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں دنیا سے اٹھالے''۔

ہم نے اسی دعا کے اثر کا ذکر کیا جو دنیا نے دیکھ لیا مگر اس سے زیادہ شرمناک جھوٹ اور کیا ہوگا کہ حافظ جی اب تک اس کو مباہلہ کہے جاتے ہیں حالانکہ مرزا صاحب کے انتقال کے بعد جب تمام ہندوستان میں اس دعا کی صداقت کا تذکرہ ہوا اور تمام اہل بصیرت نے حقیقت کو جان لیا تو تمام مرزائی ٹولی نے پورا زور لگایا آخر تین سو روپیہ کا انعام مقرر کیا اور یہی چیلنج دیا کہ ''یہ فیصلہ نہ تھا مباہلہ تھا''۔ مرزائی خلیفہ نمبرا کے وکیل منشی قاسم علی صاحب میدان مقابلہ میں آئے۔ سردار بچن سنگھ بی اے پلیڈر فریقین کی طرف سے مسلمہ حکم مقرر کیے گئے۔ منشی قاسم علی صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب میں مباحثہ ومناظرہ ہوا۔ آخر انجام

مبلغ تین سو روپیہ جناب مولوی ثناء اللہ صاحب نے بحکم حکم مرزائیوں سے وصول کیا اور غیر جانبدار حکم نے یہ فیصلہ دیا۔

تحریر میں گو قدرے طوالت ہو جائے مگر ہم اس کے بعض کلمات بجنسہ لکھے دیتے ہیں۔ ''میں صاف اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کے اس جہان فانی سے بحیات مولوی ثناء اللہ صاحب رحلت فرمانے سے مرزا صاحب کی دعا مندرجہ اشتہار خدائے تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اس قبولیت کا اظہار خود مرزا صاحب نے اپنی زبان مبارک سے کیا۔

۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار بحکم خداوندی مرزا صاحب نے دیا تھا۔

خدا نے الہامی طور پر جواب دیا تھا کہ میں نے تمہاری یہ دعا قبول کر لی۔ (بلفظہ) دستخط سردار بچن سنگھ بی اے پلیڈر۔ ۲۱ اپریل ۱۹۱۲ء)

سردار بچن سنگھ کے فیصلہ کے مطابق ہی نہیں ایسے خدائی فیصلہ کی رو سے جس کو سارے عالم نے دیکھ لیا ہم بھی اس کی بڑے زور سے تائید کرتے ہیں کہ مرزا جی کی اور دُعائیں مقبول ہوئیں یا نہ ہوئیں؟ مگر یقیناً خدا نے مرزا جی کی یہ دعا ضرور قبول کی اور دنیا کو دکھا دیا کہ اس مقابلہ میں حق پر کون تھا اور باطل پر کون؟ دنیا نے دیکھ لیا کہ مرزا جی ہیضہ میں مبتلا ہوئے۔ لاہور میں مر گئے قادیان میں دفن ہوئے اور مولوی ثناء اللہ قلعہ مرزائیت پر گولہ باری کیلئے اب تک موجود۔

ڈاکٹر عبدالحکیم اور مرزا جی

حافظ جی ہماری شکایت کرتے ہیں کہ ''ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیشگوئی کی طرف اشارہ کیا اور حقیقت کو بے نقاب نہیں کیا۔

ہمیں افسوس ہے کہ وہ ہمارے بلانے کے باوجود بھی دیوار کے پیچھے ہی رہے اگر سامنے آجاتے تو ہم ''بے نقاب'' بھی کر دیتے۔

ناظرین نے حافظ جی کی نمبر ۳ دوورقی میں دیکھا کہ جتنے دعوے بھی انہوں نے کیے ثبوت کسی ایک کا بھی نہیں دیا۔

(۱) کیا مرزا جی کے وہ الفاظ وصیت نامہ لکھے جن میں انہوں نے یہ تحریر فرمایا کہ وہ فلاں تاریخ سے تین برس کے اندر مر جائیں گے؟

(۲) یہ حوالہ دیا کہ ڈاکٹر صاحب نے کب اور کن الفاظ میں اپنی سابقہ پیشگوئی میں ترمیم کی؟ اب حافظ جی کی یہ تمنا ہے کہ ہم ہی ان کا نقاب اُٹھائیں تو یہ لیجیے ناظرین ملاحظہ کریں کہ نقاب کے اندر کیا ہے؟

پہلے یہ معلوم کیجیے کہ مرزا جی اپنی عمر کے متعلق خود ہی کیا ارشاد فرماتے ہیں:

(تریاق القلوب ص ۶۸)

''میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آپہنچا (یعنی ۱۳۰۰ھ میں مرزا جی کی عمر چالیس برس کی ہوئی)

حاشیہ تریاق القلوب ص ۵۳ پر فرماتے ہیں کہ خدا نے ان پر الہام کیا۔

''میں (خدا) تجھے (مرزا کو) اسی برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دوں گا''۔

(یہ مزعومہ الہام بھی ایک لطیفہ ہے مرزا جی کا الہام کرنے والا ایسی ہی تخمینی اٹکل کی باتیں کہا کرتا ہے) اس جگہ تخمینہ تھا تصریح کے ساتھ اور ملاحظہ کیجئے:

حقیقۃ الوحی ص ۲۰۰ آخری زمانہ اس مسیح موعود (مرزا صاحب) کا دانیال نبی نے ۱۳۳۵ برس لکھا ہے جو خدائے تعالٰی کے اس الہام سے مشابہ ہے جو میری عمر کی نسبت بیان فرمایا ہے''۔

پس ان دونوں مزعومہ الہاموں کی رو سے مرزا جی کو ۱۳۳۵ میں بہ عمر ۴۰+۳۵=۷۵ سال مرنا چاہیے تھا۔

یہی ان کا اعلان یہی بقول ان کے خدا کا الہام اور دانیال نبی کی دی ہوئی خبر۔ ان اقوال کے دیکھنے کے بعد اب فیصلہ بہت ہی آسان ہو گیا اس لئے کہ اس میں تو غالباً کسی کو مجال انکار ہی نہیں کہ مرزا جی ۱۳۲۶ میں مرے یعنی اپنی میعاد مقررہ سے

(۱۳۳۵_۱۳۲۶)=۹

پورے نو برس پہلے۔ اس کا سبب مرزا جی اور حافظ جی بتائیں یا نہ بتائیں ہم بتائے دیتے ہیں کہ:

ڈاکٹر عبدالحکیم نے اعلان الحق ص ۴، ۵ پر جولائی ۱۹۰۶ء کو یہ اعلان کیا کہ:

''صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا یعنی تین سال کے اندر میرے سامنے مرزا صاحب مر جائیں گے''۔

اس کے جواب میں مرزا جی اپنے اشتہار مجریہ ۱۶ اگست ۱۹۰۶ء میں فرماتے ہیں:

''میں سلامتی کا شہزادہ ہوں کوئی مجھ پر غالب نہیں آسکتا بلکہ خود عبدالحکیم خاں میرے سامنے آسمانی عذاب سے ہلاک ہوگا''۔

(بقیہ عبارت مرزائی حقیقت کا اظہار نمبر ا پر ملاحظہ کیجئے)

اس میں مرزا جی نے ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کے مرنے کی پیش گوئی کس صفائی کے ساتھ کی۔ اس لئے ڈاکٹر عبدالحکیم نے غضب میں آکر اس وقت سے چودہ مہینے کی میعاد بتائی جس کے جواب میں مرزا صاحب فیصلہ فرماتے ہیں اور اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ دعویٰ یہ ہے کہ الہام ہوا۔

اشتہار تبصرہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء ''اپنے دشمن ڈاکٹر عبدالحکیم سے کہہ دے کہ خدا تجھ سے مواخذہ کرے گا۔ میں تیری عمر بڑھادوں گا یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیش گوئی کرتے ہیں ان سب کو جھوٹا کردوں گا اور تیری عمر بڑھادوں گا۔ دشمن جو تیری موت چاہتا ہے وہ خود تیری آنکھوں کے روبرو اصحاب فیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا۔ تجھ سے لڑنے والے اور تیرے پر حملہ کرنے والے سلامت نہیں رہیں گے۔ تیرے مخالفوں کا اخزاو فنا تیرے ہی ہاتھ سے مقدر تھا''۔ اور آگے بڑھیے اور ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء کا بدر دیکھئے کہ انتقال سے دو دن پہلے بھی جناب مرزا صاحب اسی مزعومہ الہام کو اپنی صداقت کا معیار بنا رہے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس الہام میں دو خاص وعدہ ہیں اور ان کا خدا

کی طرف سے ہونا بہ تاکید بیان کیا جارہا ہے

(۱) (مرزاجی) کی عمر بڑھادوں گا۔

(۲) (مرزاجی کا دشمن ڈاکٹر عبدالحکیم) اصحاب فیل کی طرح نابود ہوگا۔ان کا اخزا وافنا (مرزاجی کے) ہاتھ میں مقدر تھا۔

پس کیا مرزاجی کی عمر بڑھی؟ نہیں بلکہ ۹ برس پہلے مرے

کیا ڈاکٹر عبدالحکیم خاں مرزاجی کے سامنے مرے اس لئے کہ ان کا مرنا اور فنا ہونا مرزا جی کے ہاتھ سے مقدر تھا۔	نہیں بلکہ وہ اب تک زندہ ہیں۔ اور مرزائیت کے انہدام میں مصروف

لہذا یہ الہام جھوٹا ہوا اور سچے جھوٹے کا فرق ظاہر۔

تھوڑی دیر کیلئے اگر فرض بھی کرلیا جائے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی پیش گوئی میں کوئی مزید ترمیم کی ہو نیز اگر برائے چندے یہ بھی مان لیں کہ مرزاجی نے اپنے تمام سابقہ مزعومہ الہاموں کے خلاف اپنے مرنے کی میعاد تین سال بھی بیان کردی ہو تب بھی یہ الہام جھوٹے' ان کی عمر نہ بڑھی' ڈاکٹر عبدالحکیم ان کے سامنے نہ مرے بلکہ مرزاجی ان کو اچھا بھلا چھوڑ کر چل دیئے۔

پس وہ مفتری۔کاذب اور شریر ثابت ہوئے۔

حافظ جی کی اور دلیری دیکھئے۔ ع ...... چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

ہم سے پوچھتے ہیں (آخری صفحہ کے حاشیہ کی سطر کو ذرا غور سے پڑھئے)

''اس میں یہ کہاں لکھا ہے کہ مرزا صاحب کی زندگی میں ڈاکٹر مرے گا؟

ہم جواب دیں یا ناظرین خود جواب دے لیں گے ہمیں ضرورت نہیں کہ ہاں ہاں اسی میں لکھا ہے کہ:

''عبدالحکیم خان میرے سامنے آسمانی عذاب سے ہلاک ہوگا''۔ اسی میں لکھا ہے کہ:

''وہ خود تیری آنکھوں کے سامنے اصحاب فیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا''

ہمیں یقین ہے کہ اب ہمارے ناظرین ہی ان سے کہہ دیں گے کہ آنکھیں ہوں تو دیکھو دندان شکن جواب اس کو کہتے ہیں۔

حافظ جی کے متعلق تو ہمیں اُمید نہیں ہاں ہمارے وہ بھولے بھالے افراد جو ان کے بہکاوے میں آکر مرزائیت کا شکار ہو گئے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس ہدایت تامہ ہی کے ذریعہ بحول اللہ وقوتہ ہدایت پا جائیں تو اچھا ہو۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

التحقیق الصحیح فی حیات المسیح

امام بخاری پر اعتراض کی تہمت

حافظ جی کو ان کے مزعومہ مجدد کی وراثت میں اور کچھ ملا یا نہ ملا مگر اس کا ہم نے ضرور اندازہ لگا لیا کہ جھوٹ کا ورثہ ان کو کافی مقدار میں نصیب ہوا۔ اسی لئے وہ ایسے بیان کے متعلق بھی جھوٹ بولتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے۔ جس کے سننے والے اُن کے پڑوس ہی میں بہت سے موجود ہیں۔

ہم نے ''متوفیک'' کے معنوں (حافظ جی نے اسی طرح لکھا ہے) کے

متعلق بخاری پر اعتراض'' ہر گز نہیں کیا بلکہ حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ اللہ الباری کی ذمہ داری کے متعلق یہ بیان کیا کہ وہ اپنی صحیح میں جہاں سند صحیح کے ساتھ احادیث کو ذکر فرماتے ہیں وہاں تعلیقات کو بھی ذکر کرتے ہیں (حافظ جی تو شاید تعلیق کی اصطلاح کو بھی نہ جانتے ہونگے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا وہ قول جو امام بخاری نے نقل کیا اور مرزائی اس کو بڑی شدومد سے دلیل میں لاتے ہیں اس کو امام صاحب نے مستند احادیث میں داخل نہیں فرمایا بلکہ تعلیقات ہی کے ضمن میں ذکر کیا اور امام بخاری کی تعلیقات و آثار موقوفہ علی الصحابہ کے متعلق علامہ سخاوی فتح المغیث میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

صحیح بخاری کی روایات میں صحت کی ذمہ داری لے کر امام بخاری جس چیز کو نقل فرماتے ہیں وہ صرف وہی احادیث ہیں جن کی سند انہوں نے بیان فرمائی "دُوْنَ التَّعَالِيْقِ وَالْاٰثَارِ الْمَوْقُوْفَةِ عَلَى الصَّحَابَةِ نہ کہ تعلیقات اور وہ آثار جو صحابہ پر موقوف ہیں''۔ بقول سخاوی امام بخاری ان کی ذمہ داری ہی نہیں لیتے۔

ہمارے اس کہنے کو 'امام بخاری پر اعتراض'' سے تعبیر کرنا ایک کھلا افترا ہے امام بخاری روایت میں بے حد محتاط جانتے تھے کہ اس اثر ابن عباس کے راوی ایسے مستند نہیں ہیں جیسے اور ان احادیث کے جو انہوں نے ذکر فرمائیں۔ اسی لئے انہوں نے اس کو بسند ذکر ہی نہیں فرمایا کہ ان پر ذمہ داری رہے۔

اب وہ جرح ملاحظہ کیجئے جو اس اثر کے راوی پر علمائے رجال نے فرمائی۔ ہم نے اپنی طرف سے بے ثبوت نہ کچھ کہا نہ کہیں احادیث و آثار کی جانچ پڑتال کتب

اسمائے رجال سے ہوتی ہے اور اس کا یہ طریق۔

قسطلانی نے اس اثر کے اسناد کو اس طرح ذکر فرمایا:

"وَقَالَ ابۡنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمَا فِیۡمَا رَوَاہُ ابۡنُ اَبِیۡ حَاتِمٍ مِنۡ طَرِیۡقِ عَلِیِ بۡنِ طَلۡحَۃَ عَنۡہُ فِیۡ قَوۡلِہٖ تَعَالیٰ یَا عِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ مَعۡنَاہُ مُمِیۡتُکَ" یعنی اس اثر کو حضرت ابن عباس سے علی ابن طلحہ روایت کرتے ہیں۔ لہٰذا قواعد فن رجال کے مطابق علی ابن طلحہ کو دیکھا جائے گا کہ ان کی کیفیت کیا ہے۔

(۱) میزان میں موجود کہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں "اشیاء منکرات" دحیم کہتے ہیں کہ علی بن طلحہ نے ابن عباس سے تفسیر سنی ہی نہیں۔

(۲) خلاصہ میں کہا گیا: قسوی فرماتے ہیں کہ علی بن طلحہ ضعیف ہے۔

(۳) تقریب میں ہے علی ابن طلحہ سالم مولی بنی عباس سکن حمص ارسل عن ابن عباس ولم یرہ من السادسہ۔

پس جو چھوٹی عمر میں ابن عباس سے جدا ہوئے ان سے تفسیر کو سنا ہی نہیں۔ منکرات کے رواۃ اور پھر ضعیف۔ ایسے راوی کی روایت سے استناد اور صاف صاف صریح آیات قرآن کریم اور امام بخاری ہی کی روایت کردہ اصح احادیث کے معنی کو بدلنا مرزائی فریب اور دھوکا نہیں تو کیا ہے۔ پھر اگر ابن عباس کے ہی قول سے استناد ہے تو اُن کے بتائے ہوئے پورے معنی کو نہ ماننا صرف ایک لفظ کو لینا لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوۃَ۔ (پ ۵ سورہ النساء آیت ۴۳) (نماز کے قریب ہی نہ جاؤ) کو ماننا اور وَاَنۡتُمۡ سُکٰرٰی (درآنحالیکہ تم نشہ میں ہو) کو چھوڑنا اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡکِتٰبِ

وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (پ ا، سورہ البقرہ، آیت ۸۵) نہیں تو کیا ہے؟ ابن عباس ہی کی بات مانتے ہیں تو دل ماشاد آنکھیں کھولیں اور دیکھیں کہ انہوں نے متوفیک کے معنی ممیتک کس مطلب سے کیے اور وہ اس وعدہ ممیتک کے پورا ہونے کا وقت کب بتا رہے ہیں۔ (در منثور جلد۲، صفحہ ۳۶)

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَوْلَہٗ عَزَّوَجَلَّ یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ" قَالَ اِنِّیْ رَافِعُکَ ثُمَّ مُتَوَفِّیْکَ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ۔

ابن عباس سے مروی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کے متعلق فرمایا "میں تمہیں اُٹھانے والا ہوں اور پھر آخر زمانہ میں تمہاری توفی کرنے والا ہوں"۔

یعنی چونکہ واو ترتیب کیلئے نہیں ہوتا لہذا ابن عباس اس امر کے قائل ہیں کہ پہلے رفع ہو گیا اور توفی آخر زمانہ میں ہوگی اور زیادہ تفصیل دیکھیے طبقات کبریٰ مطبوعہ یورپ جلد اوّل ص ۲۶ پر موجود ہے۔ اَخْبَرَنَا ہِشَامُ بْنُ السَّائِبِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ (اس سند کے بعد ایک طویل اثر کو ذکر فرمایا جس میں حضرت عیسیٰ کے اُٹھائے جانے کا مفصل حال ہے اس کا آخری جملہ یہ ہے) اِنَّ اللّٰہَ رفعہ (اے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام) بجسدہ وانہ حی الان و سیرجع الی الدنیا فیکون فیھا ملکا ثم یموت کما یموت الناس ۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو ان کے جسم کے ساتھ اُٹھا لیا۔ یقیناً وہ اب زندہ ہیں اور عنقریب دنیا کی طرف لوٹیں گے اس میں بادشاہ بنیں

گے پھر جس طرح اور آدمی مرتے ہیں اُسی طرح مریں گے۔

ناظرین نے دیکھ لیا کہ ابن عباس کس صراحت کے ساتھ بیان فرما رہے ہیں۔

ع...... جو اس پر بھی نہ سمجھے وہ تو اُس بُت کو خدا سمجھے

حافظ جی کا پانچ سو روپیہ انعام

تین مہینے خواب غفلت میں پڑے رہنے کے بعد لوگوں کے جھڑ جھڑانے سے ذرا آنکھ کھلی تو نیند کی اونگھ میں حافظ جی کو وہی گرو جی کی پرانی چال یاد آئی۔ جس میں سادہ لوح بہت جلد پھنس جاتے ہیں۔ حافظ جی میں اگر ہمت و جرأت تھی تو ہمارے بلاتے ہی پر کبھی سامنے آتے۔ ہم کیا ہیں کہ ہماری علمیت وہ دیکھتے۔ ہاں اللہ جل وعلا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم وائمہ نے جو کہا ہے وہ انہیں سناتے اور دکھاتے۔ اُس وقت اُن کی انعام بازی کی ساری قلعی کھل جاتی۔ روپیہ کے لالچی تو حافظ جی ہی ہونگے کہ ماہانہ سو روپیہ کیلئے باوصف بے علمی اشتہار بازی پر مجبور ہوئے ہم یقیناً پہلے روز ہل کے مسلمان بچوں کی تعلیم کیلئے' جو مرزائیوں کے ہاتھوں برباد ہو رہی ہے' اُن سے کہتے کہ پانچ سو روپیہ کسی معتمد کے پاس جمع کیجئے اور نفس جواب لیجئے۔ اب کہ ہم اپنے بھولے بھالے بھائیوں کو سمجھانے کیلئے یہ سطور لکھ رہے ہیں حسبۃً لِلّٰہ انہیں مرزائی چال کا پول کھول کر دکھائے دیتے ہیں۔

حافظ جی لکھتے ہیں اور اپنی طرف سے نہیں اپنے گرو جی کی عمر بھر کی علمی پونجی کا خلاصہ سامنے لاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک بھی ایسی مثال قرآن سے حدیث سے لغت عرب سے پیش کردیں کہ فعل توفی باب تفعل سے ہو اور اس کا فاعل اللہ ہو اور مفعول کوئی انسان ہو اور پھر اس کے معنی قبض روح کے سوا قبض جسم وغیرہ کے ہوں''۔......یہ تو ایک علیحدہ بات ہے کہ چونکہ شاید اونگھ کی حالت میں حافظ جی لکھ رہے ہیں لہٰذا مرزا جی کی پوری تحریر یا تو سمجھ ہی میں نہ آئی یا لکھتے وقت پھر جھونکا آ گیا لہٰذا اُن کے دعوے کو پوری طرح نہ لکھ سکے بہر نوع ہمیں تنقیح دعویٰ کیلئے اوّل یہ دکھانا ہے کہ:

(ا) قبض روح سے مرزا جی کی کیا مراد ہے؟ اور ان کے نزدیک اس کے کیا معنی؟۔(ازالۃ الاوہام ص ۸۲۶)

(ا) تمام مقامات میں توفی کے معنی موت اور قبض روح کیے گئے۔

(ب) ازلۃ الاوہام ص ۸۸ صرف ایک ہی معنی قبض روح اور موت کیلئے مستعمل تھا

(ج) ازالۃ الاوہام ص ۳۳۵، اوّل سے آخر تک قرآنی محاورہ یہی ثابت کرتا ہے کہ ہر جگہ در حقیقت توفی کے لفظ سے موت ہی مراد ہے۔

ان تینوں حوالوں نے بتا دیا کہ مرزا جی کے نزدیک قبض روح اور موت دونوں ایک ہی چیز ہیں۔قبض روح کے معنی موت اور موت کے معنی قبض روح۔

اب اسی آیت کو لیجیے جو حافظ جی نے خود لکھی فقط ہم ہی نہیں کہتے بلکہ خود مرزا جی اور ان کی ذریت بھی یہی کہنے پر مجبور ہوگی۔ ہر ترجمہ قرآن کریم یہی بتائے گا اور معمولی علم والا بھی جان جائے گا کہ اس آیت میں توفی کے معنی موت کے نہیں۔

هُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ (پ ۷، سورہ انعام آیت ۶۰)

(وہی ہے جو تم کو رات کے وقت لے لیتا ہے اور جانتا ہے کہ تم نے دن میں کیا کیا)

کیا بقول مرزا جی کوئی عقل والا یہاں یہ معنی کر سکتا ہے کہ وہی ہے جو تم کو رات کے وقت مار ڈالتا ہے؟ اور کیا ہر آدمی رات کے وقت مر جاتا ہے۔

غور سے دیکھ لیجئے کہ توفی باب تفعل سے ہے فاعل اللہ ہے مفعول انسان ہے اور معنی موت کے نہیں بلکہ نیند کے ہیں۔

اگر مرزائی یہ کہیں کہ نیند بھی تو مجازی موت ہے جیسا کہ مرزا جی نے فرمایا ازالۃ الاوہام ص ۳۳۲ ''اس جگہ توفی سے مراد حقیقی موت نہیں بلکہ مجازی موت مراد ہے جو نیند ہے''۔ تو اس مجازی کا جواب خود مرزا جی کے کلمات ازالۃ الاوہام ص ۳۳۵ میں کلمہ درحقیقت سے لیجئے یا تو یہ کہیے کہ نیند درحقیقت موت ہے اور یا یوں کہیے کہ توفی کے معنی درحقیقت موت نہیں۔ نیند کو حقیقی موت تو کوئی احمق ہی بتائے گا لہذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ توفی کے معنی درحقیقت موت نہیں۔

پس جب توفی کے معنی موت کے کرتے ہوئے بھی مرزا جی کے نزدیک اس سے مجازی موت یعنی نیند مراد لی جا سکتی ہے تو انہیں سوائے اپنے دعوے مسیحیت کے بطلان کے خوف کے اور کون سی دشواری حائل ہے کہ وہ انی متوفیک میں بھی ایسی ہی مجازی موت یعنی نیند مراد لے لیں جبکہ اثر امام حسن بصری رضی اللہ عنہ بھی اس کی تائید میں موجود اور بعض مفسرین اہل حق نے اس مراد کو ذکر بھی فرمایا۔

پس یہ تو اچھی طرح واضح ہو گیا کہ توفی کے معنی درحقیقت موت نہیں، تو دیکھنا یہ ہے کہ درحقیقت اس کے کیا معنی ہیں؟

کتب لغت میں تصریح کے ساتھ موجود کہ اَلتَّوَفِّیْ اَخْذُ الشَّیْ وَافِیاً۔
توفی کے (حقیقی) معنی ہیں کسی چیز کو پورا پورا لے لینا۔ موت کے معنی کیونکر ہو سکتے ہیں
؟ اس کو علامہ زمخشری جن کی امامت لغت عرب کو مرزا جی بھی تسلیم کرتے ہیں صاف
بتا رہے ہیں کہ: "مِنَ الْمَجَازِ تَوَفِّیْ وَ تَوَفَّاہُ اللّٰہُ اَدْرَکَتْہُ الْوَفَاۃُ"۔ یعنی توفی
کے معنی موت کے مجازی ہیں حقیقی نہیں۔ مجازی معنی موت یا نیند وغیرہ میں اُسی وقت
لیا جائے گا جبکہ کوئی قرینہ موجود ہو ورنہ اپنے اصلی و حقیقی ظاہری معنی میں رہے گا۔
قرآن حدیث سمجھنے کیلئے اصول کا متفق علیہ مسئلہ کہ:

(۱) اَلنُّصُوْصُ یُحْمَلُ عَلٰی ظَوَاھِرِ ھَا وَصَرْفُ النُّصُوْصِ عَنْ ظَوَاھِرِ ھَا اِلْحَادٌ۔ نصوص کو ان کے ظاہری معنی پر حمل کیا جائے گا نصوص کو ظاہری معنی سے پھیرنا الحاد ہے۔

(۲) اَللَّفْظُ یُحْمَلُ عَلَی الْحَقِیْقَۃِ مَالَمْ یَصْرِفْ عَنْھَا صَارِفٌ لفظ اپنے حقیقی معنی پر حمل کیا جائے گا۔ جب تک کہ اس کو کوئی پھیرنے والا (قرینہ) (ظاہری معنی سے) نہ پھیر لے۔ ان لغت و اصول کی باتوں کو سیدھے سادھے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ توفی کے اصلی معنی ہیں پورا پورا لینا۔ پس جہاں کہیں بھی یہ لفظ استعمال کیا جائے گا۔ اس کے اوّل یا بعد کے الفاظ قرینہ بن کر بتا دیں گے کہ کس چیز کا پورا پورا لینا مراد ہے۔ اگر آگے پیچھے کا کوئی لفظ یا جملہ یہ ظاہر کرے گا کہ موت مراد ہے تو مجازی معنی موت کے ہو جائیں گے۔ نیند کا قرینہ ہوگا تو نیند کے جزا و سزا کا ذکر ہوگا تو اس کے 'حق لینے کا بیان ہوگا تو اس کے 'غرض جیسا قرینہ ہوگا ویسے معنی مثلاً دوسری آیت لیجئے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ۔

(پ ۱۴، سورہ النحل، آیت ۷۰)

اس میں یرد الی ارذل العمر کا قرینہ معنی موت پر دلالت کرنے والا۔ اسی طرح مرزا جی نے موت کے معنی ظاہر کرنے کیلئے ازالۃ الاوہام میں ص ۳۳۰، ۳۳۲ پر بہت سی آیتیں لکھیں مگران سب میں آگے پیچھے کے لفظ موت کا قرینہ ہیں۔ اسی لئے موت کے معنی۔ اور دیکھیے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ۔ (پارہ ۲۴، سورہ زمر، آیت ۴۲) یہاں ایک ہی آیت میں توفی کی دو شانیں موجود، ایک موت کی کیفیت، دوسری نیند کی حالت۔ دیکھنا یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں کون سی صورت ذکر کی گئی۔ جیسا کہ ہم نے ابھی بتایا کہ قرینہ توفی کی مراد کو واضح کرے گا وہاں بھی ہمیں قرینہ ہی دیکھنا ہوگا۔

حافظ جی نے تو غالباً اونگھ کے سبب عجب بے تکا سوال کیا ہے کہ:

"توفی کے معنی قبض روح کے سوا قبض جسم وغیرہ کے ہوں"۔

پہلے تو انہیں یہ غور کرنا چاہیئے کہ یہ دعویٰ کس نے کیا کب کیا کہاں کیا؟

"کہ کلمہ توفی ہی کے حقیقی معنی صرف قبض جسم ہیں"۔

مسلمانوں کا دعویٰ تو لغت کی رو سے صرف اس قدر ہے کہ "توفی کے حقیقی معنی پورا پورا لینے کے ہیں"۔ اگر کسی میں حوصلہ ہو تو یہ دکھائے کہ توفی کے معنی پورا لینے کے نہیں بلکہ صرف موت ہی کے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ "لینے کے ساتھ جو قرینہ ہوگا

اسی قرینہ کے مطابق ''لینے'' کا مطلب ہوگا۔اب دیکھئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق جہاں وعدہ متوفیک فرمایا گیا ہے وہاں کیا قرینہ ذکر میں آیا۔آیہ کریمہ ہے: یٰعِیْسٰیٓ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ ۔الآیہ(اس آیت کا ترجمہ ہم مزید اتمام حجت کیلئے وہی کئے دیتے ہیں جو جناب مرزا جی کے خلیفہ اوّل صاحب نے کیا ہے)

اے عیسیٰ میں لینے والا ہوں تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف۔

قرائن (۱) حق تعالیٰ خطاب کرتا ہے عیسیٰ علیہ السلام سے۔یہ ایک نام ہے کس کا؟ روح اور جسم دونوں کے مجموعہ کا۔

(۲) توفی (پورا لینے) کا اطلاق کس پر ہوگا؟عیسیٰ علیہ السلام کے وجود یعنی روح وجسم دونوں پر۔

(۳) رفع (اُٹھانا) کس چیز کا ہوگا؟روح اور جسم دونوں کا۔

(۴) توفی (پورا پورا لینا) رفع (روح وجسم کا اُٹھانا) کس کی طرف ہوگا؟اللہ کی طرف پس ان قرائن نے صاف کردیا کہ یہ توفی ایک علیحدہ قسم کی توفی ہے جس میں نہ نیند کی کیفیت نہ موت کی صورت بلکہ شکل ہی سب سے جدا یعنی توفی مع الرفع اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اسی طرح خاص جیسے بغیر باپ کے پیدا ہونا انہی کے لئے مخصوص۔اس توفی کا نمونہ کسی آیت یا حدیث میں کسی دوسرے شخص کیلئے طلب کرنا سراسر بے ہودگی بلکہ فریب اور دھوکہ دہی۔اس شان کی توفی کا وعدہ کسی کے ساتھ کیا ہی نہیں گیا اور نہ کسی کی توفی اس طرح ہوئی بلکہ جس طرح ان کے پیدا ہونے کے انداز میں اعجاز اسی طرح ان کی توفی بھی اعجازی۔نظر بریں ہمیں خیال آتا

ہے کہ ہندوستان میں ایک صاحب نے حیات مسیح علیہ السلام کو بدلائل ساطعہ ثابت کرتے ہوئے مرزائی چیلنج کا جواب دیتے ہوئے تمام مرزائی پارٹی کو

ایک ہزار روپیہ انعام کا چیلنج

دیا کہ اگر فعل توفی رفع کے ساتھ مستعمل ہے اور فاعل دونوں کا اللہ ہو اور مفعول ذی روح ذات واحد ہو تو وہاں توفی کے معنی اخذ مع الرفع ہی کے ہوں گے نہ کوئی اور معنی۔ اگر کوئی مرزائی سارے قرآن کریم میں ایک مقام پر بھی اس کے خلاف دکھا دے تو اُسے مبلغ ایک ہزار روپیہ انعام ملے گا۔

اس چیلنج کو دیئے ہوئے بھی برسوں گزر گئے مگر آج تک کسی مرزائی کو جواب کی جراٴت نہ ہوئی۔ اس امر پر تمام مسلمانوں کا یقین وایمان کہ یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ سلام الرحمٰن بھی انسان اللہ کے بندے اور رسول عظیم الشان۔ بے شک حسب فرمان واخبار عالم ما یکون وکان سید انس وجان علیہ سلام الملک المنان اس دنیا میں مکرر تشریف لائیں گے، نکاح کریں گے۔ دجال کو قتل فرمائیں گے پھر مدینہ منورہ ہی میں انتقال فرمائیں گے اور وہیں مقبرۂ مبارکہ میں دفن کیے جائیں گے۔ حافظ جی نے آیہ کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ (پ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۸۵) لکھی۔ مرزا جی نے ساری اس قسم کی آیتوں کو جمع کر کے اپنی انتہائی قوت صرف کر دی مگر سب بیکار گئی۔ اس لئے کہ ان کو تو اس وقت پیش کیا جائے جبکہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام پر کبھی موت ہی نہ آئے گی۔ بے شک بے شک وہ رجوع الی اللہ جس کے بعد

پھر دنیا کی طرف نہ لوٹیں، ہوگا اور ضرور ہوگا ابھی رفع الی اللہ ہوا ہے۔

یہ کہنا کہ ''اگر کسی نبی کو آئندہ کیلئے زندہ رکھنا خدا کی سنت ہوتی تو حضرت رحمۃ للعالمین (فداہ ابی و امی) کو رکھتا''۔ کتاب سنت سے جہالت پر مبنی۔ ممکن ہے کل کو کوئی یہ بھی کہے کہ اگر کسی نبی کو بغیر باپ کے پیدا کرنا خدا کی سنت ہوتی تو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح بے باپ کے پیدا کرتا۔ اسی طرح دیگر معجزات انبیاء علیہ السلام کا ذکر بھی کیا جاسکتا ہے۔ لیکن دنیا جانتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ نرالی توفی اور دوبارہ تشریف آوری کمالات محمدی (ﷺ) ہی کے اظہار کے لئے ہوئی کہ بنی اسرائیل کے نبی اولوالعزم بھی دنیا میں تشریف لائیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب وخلیفہ بن کر خدمات اسلام بجالائیں تاکہ بنی اسرائیل کے وہ لوگ جو مرض امتیاز نسلی میں مبتلا ہوکر یہ کہتے ہیں کہ ہم بنی اسماعیل میں پیدا ہونے والے نبی کو نہیں مانتے۔ ان کی گردنیں ٹوٹ جائیں اور وہ اسرائیلی نبی حضرت مسیح ناصری کو رحمۃ للعالمین سید المرسلین (ﷺ) کی اطاعت وخلافت کرتے ہوئے دیکھ کر سب کے سب اسلام لائیں اور سمجھ جائیں یہ نبی سارے عالم کے نبیؐ ان کی اُمت میں نہ گورے کالے کا فرق نہ حسب ونسب کا امتیاز سب مساوات کے ساتھ ان کے دین میں داخل اور ساری دنیا ان کی اُمت میں شامل۔

حضور نے فرمایا بعثت الی الاسود و الاحمر میں تو کالے اور سرخ سب کیلئے مبعوث کیا گیا۔ رنگ ونسل کے امتیاز کو حضور نے مٹایا آج اگر مرزائی متبنی کو اصلی وحقیقی مسیح ناصری (سلام اللہ علیہ) کے مقابلہ میں نقلی وجعلی مسیح بننے کی غرض سے

ان کے ساتھ عناد و دشمنی ہے تو ہوا کرے اور ان کے چیلے اگر اسی عداوت کا اظہار بدیں الفاظ کرتے ہیں کہ ہمیں بنی اسرائیل کے نبی کی حاجت نہیں'' تو کیا کریں سارے عالم کے نبی فداہ ابی وامی اس ہرزہ سرائی کا جواب پہلے ہی فرما گئے کہ انا اولی الناس بعیسیٰ بن مریم ۔الخ۔ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار شان ہی کے لئے رب عزت نے یہ حکمت رکھی کہ ظہور حضرت امام مہدی علیہ السلام کے وقت حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نزول فرمائیں تاکہ دنیا پر ظاہر ہو جائے کہ فاطمی النسل محمد بن عبداللہ مہدی علیہ السلام امامت کر رہے ہیں اور بنی اسرائیل کے نبی ان کے مقتدی۔ اگر کوئی جدید صاحب شریعت نبی آپ کے بعد آتے تو:۔

(۱) وعدہ ختم نبوت کے خلاف ہوتا۔

(۲) ان کی شریعت کی ضرورت وعدہ تکمیل دین کے خلاف ہوتی۔

اگر غیر صاحب شریعت جدید نبی آتے تو:۔

(۱) وعدہ خاتم النبیین کے خلاف ہوتا۔

(۲) ایسے نبی تو انبیاء کے اور بعد بھی آئے اس میں شان تخصیص نہ رہتی۔

سید المرسلین نبی الانبیاء جن کی نبوت کا میثاق سب رسل وانبیاء سے لیا گیا (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ان کی خاص شان کا اسی طرح اظہار کہ نبی اولوالعزم صاحب شریعت (جن کی شریعت نافذ ہوئی مگر شرع مصطفوی سے منسوخ ہو چکی) تشریف لائیں مگر تابع شرع مصطفوی بن کر اور مصداق یکون خلیفتی علی امتی ہو کر۔ اسی لئے اس دلفریب منظر کو اس شادمانی وخوشی کے وقت کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح پیش فرماتے ہیں۔ (بیہقی ص ۳۰۱)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللّٰه عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ مِنَ السماءِ فِیْکُمْ وَ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ ۔تم اس وقت کیسے (خوش) ہو گے جب عیسیٰ بن مریم آسمان سے تم میں نزول فرما ہونگے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔

اَللّٰهُمَّ اٰمنا وصدقنا بما اخبرنا نبینا صلی اللّٰہ علیه وسلم۔

ان عیسیٰ علیه السّلام لَمْ یَمُتْ وانه راجع الیکم قبل

یوم القیٰمه ان عیسیٰ (علیه السّلام) یاتی علیه الفنا

مذکورہ بالا احادیث کے متعلق حافظ جی نے ناحق یہ کہنے کی بھی تکلیف گوارا فرمائی کہ"یہ کوئی معتبر روایتیں نہیں نہ صحاح ستہ میں ان کا وجود پھر قرآن ان کو رد کر رہا ہے۔صحیح حدیثیں ان کو رد کر رہی ہیں"۔

یہاں انہوں نے یقیناً حق شاگردی مرزا ادا نہیں کیا انہیں وہی کہنا چاہیے تھا جو ایسے مواقع پر مرزا جی نے کہا جب کبھی علما نے کلام الٰہی کی تفسیر میں احادیث کو پیش کیا اور مرزا جی کا دم بند ہوا تو مرزا جی نے جھٹ کہہ دیا کہ:

(۱) "جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اُسے اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کرے"۔(حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص ۱۰)

(۲) "اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں"۔(اعجاز احمدی ص ۳۰)

مسلمان تو یقیناً قرآن کریم کو اُسی طرح سمجھتے ہیں جس طرح حضور صاحب وحی وکتاب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں سمجھایا۔ مرزا جی نے جب قرآن ہی کے متعلق یہ فرما دیا کہ ''زمین سے اُٹھ گیا تھا میں آسمان سے لایا ہوں'' تو حدیثوں کا انکار کر دینا ان کے لئے کیا بڑی بات تھی۔

حافظ جی کو تو خبر نہیں مگر ہاں دین سے معمولی حصہ پانے والا بھی جانتا ہے کہ یہ کہنے سے کہ ''کوئی معتبر روایتیں نہیں نہ صحاح ستہ میں ان کا وجود''۔ الخ۔ کوئی حدیث غیر معتبر نہیں ہوسکتی۔ کیا صحاح ستہ کی حدیثوں کے سوا تمام احادیث غیر معتبر ہیں؟ اور کیا صحاح ستہ کی کسی حدیث میں کسی قسم کا ضعف ہے ہی نہیں؟ (اللہ اس جہالت سے پناہ میں رکھے)

پہلی حدیث علامہ ابن کثیر وابن جریر نے اپنی اپنی تفاسیر میں باسناد صحیحہ نقل فرمائی۔ ایک سند ہم نقل کیے دیتے ہیں:

قَالَ ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا احمد بن عبدالرحمٰن حدثنا عبد اللّٰہ بن ابی جعفر عن ابیہ حدثنا الربیع بن انس عن الحسن قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم للیہود ان عیسیٰ لم یمت و انہ راجع الیکم قبل یوم القیمۃ ۔رسول ﷺ نے یہود سے فرمایا کہ یقیناً عیسیٰ (علی نبینا وعلیہ السلام) نہیں مرے اور وہ یقیناً تمہاری طرف قیامت کے دن سے پہلے لوٹ کر آنے والے ہیں۔

(۲) وفد نصارے بنی نجران کے دربار رسالت میں حاضری کا واقعہ سیرت کی

کتابوں میں اس قدر شہرت کے ساتھ ذکر کیا گیا کہ تاریخ اسلام سے ادنیٰ مناسبت رکھنے والے کو بھی اس کی خبر ہوگی۔ ابن ہشام نے تفصیل لکھی جس کا دل چاہے، دیکھ لے ہم نے اس واقعہ کے صرف اس قدر حصہ کو نقل کیا جس کا ہمارے مضمون سے تعلق تھا۔ اب اس کی سند بیان کیے دیتے ہیں۔

اَخرَجَ ابنُ جَرِیرٍ وَ ابنُ اَبِی حَاتِمٍ عَنِ الرَّبِیعِ قَالَ اِنَّ النَّصَارٰی اَتَوا رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ فَخَاصَمُوا فِی عِیسَی بنِ مَرْیَمَ (عَلَیھِمَا السَّلَامُ) وَقَالُوا لَہٗ مَنْ اَبُوہُ وَ قَالُوا عَلَی اللّٰہِ الکَذِبَ وَالبُھتَانَ فَقَالَ لَھُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اَلَستُم تَعلَمُونَ اَنَّہٗ لَا یَکُونُ وَلَدًا اِلَّا وَھُوَ یُشبِہُ اَبَاہُ قَالُوا بَلٰی قَالَ اَلَستُم تَعلَمُونَ اَنَّ رَبَّنَا حَیٌّ لَا یَمُوتُ وَ اَنَّ عِیسٰی یَاتِی عَلَیہِ الفَنَا قَالُوا بَلٰی ۔ نصاریٰ حضور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے باب میں مخاصمہ کرنے لگے اور کہا کہ (اچھا بتاؤ) ان کا باپ کون ہے؟ پھر خدا پر جھوٹ بہتان باندھنے لگے (یعنی ان کو خدا کا بیٹا بتایا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نہیں جانتے بیٹا ہمیشہ باپ سے مشابہ ہوا کرتا ہے انہوں نے کہا ہاں حضور نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب تو ایسا زندہ ہے کہ کبھی مرے ہی گا نہیں اور یقیناً عیسیٰ علیہ السلام پر فنا آئے گی وہ بولے بیشک۔ یا للعجب کہ اصلی مسیحی تو حضور کے سامنے ''بلیٰ'' کہیں مگر جعلی و نقلی مسیح کے پیرو ''لا'' ہی کہے جائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں کہ وہ ابھی نہیں مرے بلکہ مریں گے یہ کہے جائیں کہ نہیں وہ تو مر گئے۔ حافظ جی کا یہ کہنا کہ ''قرآن ان کو رد کر رہا ہے، صحیح

حدیثیں ان کورڈ کر رہی ہیں"۔ یہ صرف کہنا ہی کہنا ہے اگر حوصلہ تھا تو کسی ایک آیت ہی میں دکھایا ہوتا کہ "ان عیسیٰ مات "عیسیٰ مر گئے"۔ قرآن کریم میں تو کسی جگہ حضرت عیسیٰ کے لئے "موت" کا لفظ استعمال ہی نہ کیا گیا مگر وہیں جہاں اُن کے دوبارہ آنے کے بعد تمام اہل کتب کے ایمان لانے کا واقعہ بیان ہوا یعنی **ان من اهل الکتب الا لیومنن به قبل موته** (پ ۶، سورہ النساء آیت ۱۵۹) (اس کا ترجمہ بھی ہم وہی لکھ دیں جو مرزا جی کے خلیفہ نمبر ا نے لکھا شاید مرزائی اس کو دیکھ کر ہی ہدایت پائیں)

(فصل الخطاب جلد ۲ صفحہ ۸۰)

"ترجمہ" نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ اس کے (عیسیٰ علیہ السلام کے) پہلے موت اس کی (عیسیٰ علیہ السلام کی) کے"۔

رہی توفی اس کی کیفیت ہم ظاہر کر ہی چکے۔

حافظ جی نے صحیح احادیث کا نام تو لیا مگر کوئی ایک حدیث ہی نقل کی ہوتی جس میں یہ موجود ہوتا کہ "عیسیٰ بن مریم مر گئے"۔ علمائے اسلام برسوں سے مرزائیوں کو للکار رہے ہیں کہ کوئی ایک حدیث ایسی ہی سہی جیسی ہم پیش کر رہے ہیں دکھاؤ جس میں موجود ہو کہ "عیسیٰ بن مریم مر گئے"۔ مگر آج تک نہ کوئی دکھا سکا نہ دکھا سکے۔ ہاں اپنی خود رائی سے قرآن کریم کے معنی بدلے۔ احادیث کے معنی بدلے۔

اصح احادیث میں بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے منارہ شرقی دمشق پر دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اُتریں گے۔ باب لد پر دجال کو قتل کریں گے۔ ۴۰، ۴۵ برس زندہ رہیں گے۔ سرکار دو عالم کی قبر انور پر حاضر ہو کر سلام عرض

کریں گے۔ پھر مدینہ منورہ ہی میں انتقال فرمائیں گے۔ وہیں حضور انور کے مقبرہ میں اس طرح دفن ہوں گے کہ ان کی قبر چوتھی ہو"۔ (ملخصاً)

اس سے زیادہ دجل وفریب اور کیا ہوگا کہ مرزا جی لغت کو بدلیں، صرف ونحو کو بدلیں، ناموں کو بدلیں۔ اپنی ڈکشنری نئی بنائیں۔ تعجب ان پر ہے جو ایسے کھلے کھلے امور کو دیکھتے ہوئے بھی ان کے فریب میں آئیں اور سمجھانے پر بھی راہِ راست نہ پائیں۔

مرزائی ڈکشنری کا نمونہ ملاحظہ ہو

عیسیٰ بن مریم	غلام احمد بن گھسیٹی
دو فرشتے	نورالدین ومحمد احسن
کدعہ	قادیان
باب (لُد)	شہر لدھیانہ
منارہ	نور کی جگہ (اور وہ منار جو مرزا جی نے چندہ سے بنایا
دمشق	ظہور مسیح
شریف	خاندان مغل
قبر	جنت یا دوزخ کا ٹکڑا
قرآن	وہ جو مرزا جی آسمان سے لائے۔ (معاذ اللہ)
حدیث	وہ جس کو مرزا جی ردی کر کے نہ پھینکیں

وَغَیْرَ ذَالِکَ مِنَ الْمزخرفَات

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

خطبہ امام حسن

حافظ جی نے کسی جگہ حضرت امام حسن علیہ وعلی آبائہ السلام کے خطبہ کے کلمات دیکھ لئے لہذا بے سوچ سمجھے لکھ ڈالا تا کہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ ممات مسیح کے ثبوت میں ایک حوالہ دے تو دیا۔ اگر ذرا عقل ہوتی، عربی زبان کا کچھ بھی علم ہوتا تو سوچتے کہ امام حسن نے حضرت علی کی رحلت کا ذکر فرماتے ہوئے صرف تاریخ کی اہمیت دکھاتے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر فرمایا اور وہاں بھی اُسی مسلمانوں کے عام اعتقاد کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انتقال کی کیفیت کو قبض کے لفظ سے ظاہر کیا مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے وہ لفظ نہ استعمال کیا بلکہ عرج کہا۔ اگر دونوں کی کیفیت یکساں ہوتی تو ایک لفظ استعمال ہوتا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے رفع و عروج کا مسئلہ صحابہ و تابعین سے لے کر آج تک ایسا مشہور چلا آرہا ہے کہ جہاں کہیں کوئی بھی اس واقعہ کا کسی عنوان سے ذکر آتا ہے۔ اس مخصوص کیفیت عروج کی طرف کسی نہ کسی انداز سے اشارہ کر ہی دیتا ہے۔ وہی شان اس خطبہ کے کلمات میں بھی موجود۔ حافظ جی نے حضرت ابن عباس کا نام لیا ہم نے ان کا عقیدہ پیش کیا۔ اب امام حسن کا ذکر کیا لیجئے ان کا عقیدہ بھی ملاحظہ کیجئے۔ (مشکوٰۃ ص ۵۸۳/۲)

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کَیفَ تُھلِکُ اُمۃً اَنا اَوَّلُھَا وَالْمَھدِیُّ وَسطُھَا وَالْمَسِیحُ اٰخِرُھَا۔ وہ اُمت کیونکر ہلاک ہوسکتی ہے جس کا اوّل میں ہوں وسط امام مہدی ہیں اور آخر مسیح

(علیہ السلام) (یہاں یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ مہدی اور ہیں اور مسیح دوسرے (یعنی وہی مسیح بن مریم یہ مرزائیوں کا فریب ہے کہ مسیح و مہدی دونوں ایک ہی ہیں)

عمر مسیح علیہ السلام

ثبوت موت مسیح میں جناب حافظ صاحب حجج الکرامہ کی ایک روایت پیش کرتے ہیں۔ (غالباً ان کے نزدیک یہ کتاب صحاح ستہ میں داخل ہو گی اس لئے کہ بقول ان کے صحیح حدیثیں تو فقط صحاح ستہ ہی میں ہیں) علمائے محققین نے اس قسم کی تمام حدیثوں کو جمع فرمایا جس میں حضرت مسیح کی عمر کا ذکر آیا اور جو فیصلہ مختلف احادیث میں تطبیق دینے سے کیا جا سکا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۲۰ سال ان کی عمر شریف کی وہ پوری مدت ہے جو اس زمین پر انہوں نے گزاری اور گزاریں گے مرزائیوں کی عام عادت ہے۔ وہی مرض حافظ جی میں بھی کہ کہیں سے آدھا پاؤ جملہ لے لیا۔ حدیث کا کوئی جزو ذکر کر دیا تحقیق کرنا پورے جملوں پر نظر ڈالنا تطبیق دینا یہ علماء کا کام۔ حافظ جی کو اس سے کیا نسبت۔ تحریر طویل ہوتی جاتی ہے ورنہ ہم اس کی تفصیل بھی لکھ دیتے۔

قبر مسیح علیہ السلام

سامعین جلسہ وعظ کو یاد ہو گا ہم نے ترجمہ حدیث کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبرہ میں دفن ہونگے اور قبر اور مقبرہ کا فرق معمولی اُردو پڑھے ہوئے بھی جانتے ہیں۔ حافظ جی کی دھوکہ دہی دیکھئے کہ اوّل ہمارے لفظ کو بدلا پھر یہ بے ہودہ بات تراشی کہ ” آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

قبر کو شہید کرنے کی کون مسلمان جرأت کرے گا"۔ پھر قبر کی وہ نئی اصطلاح بتائی جو مرزائی ڈکشنری میں انہیں آنکھ بند کر کے نظر آئی اور اس تحریف نے بھی ان کی کچھ حاجت روائی نہ کی بلکہ موجب رسوائی ہوئی جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوگا۔

ان تمام لغو باتوں کے جواب میں ہم اپنے ناظرین کو مختصراً وہ فیصلہ سنا دیں جو احادیث و آثار صحابہ میں موجود۔ ظاہری معنی کو بدلنا اور من گھڑت معنی لینا آپ نے دیکھ ہی لیا۔ اصول کا مسئلہ ہے کہ الحاد ہے۔ حدیث میں جو لفظ آئے ان کا کھلا مطلب آثار صحابہ میں دیکھیے۔

وہ امام بخاری جن کی تعلیق و روایت کردہ اثر پر بھی حافظ جی اور تمام مرزائی پورا اعتماد رکھتے ہیں اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں" صاحب در منثور اس کو ص ۲۴۵ ج ۲ پر بدیں الفاظ درج کرتے ہیں اخرج البخاری فی تاریخه عن عبد الله بن سلام قال یدفن عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام معه رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ و ابی بکر و عمر فیکون قبراً رابعاً۔ عبداللہ بن سلام جو یہود کے سب سے بڑے عالم، تورات و انجیل کے زبردست فاضل مانے جاتے تھے اور اجل اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ دفن کیے جائیں گے۔ پس (ان کی قبر اس مقبرہ میں) چوتھی قبر ہوگی۔

اس مضمون کی ایک مرفوع حدیث علامہ ابن جوزی محدث نے کتاب الوفا میں نقل کی ہے جس میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یَنْزِلُ عِیسَیٰ بْنُ

مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَ یُوْلَدُ لَهٗ وَ یَمْکُثُ خَمْسًا وَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ثُمَّ یَمُوْتُ فَیُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ فَاَقُوْمُ اَنَا وَ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ فِیْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَیْنَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ. یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین کی طرف اُتریں گے پھر شادی کریں گے پھران کی اولاد ہوگی اور ۴۵ برس کے بعد رحلت فرمائیں گے۔ پھر میرے ساتھ میرے مقبرہ میں دفن کیے جائیں گے پھر حشر کو میں اور عیسیٰ بن مریم ایک مقبرہ سے اُٹھیں گے ابوبکر وعمر کے درمیان رضی اللہ عنہما۔ حافظ جی کہاں تک حدیثوں کا انکار کریں گے اور ان کی تحریف کو حدیثیں چلنے کب دیتی ہیں' قبر سے آپ نے باغ جنت مراد لیا تو قطع نظر اس کے کہ قبر کا لفظ اس معنی کیلئے نہ بنایا گیا نہ اس معنی میں مستعمل نہ کسی لغت میں قبر کے یہ معنی آئے نہ زبان عرب کا کوئی محاورہ اس کا شاہد لفظ دفن کو کیا کیجئے گا۔ باغ میں آرام کرنے کو دفن ہونا کس ملک میں بولتے ہیں۔ قادیان کا مخصوص محاورہ ہو تو عجب نہیں کہ وہاں کی ہر بات بے ڈھنگی۔ دنیا میں تو سیر تفریح آرام کو دفن نہیں بولتے پھر قبر کے معنی باغ جنت لینے پر رابعا کی صفت کیسے چسپاں ہو گی اور باغ جنت میں قبروں کی شمار کا کیا طریقہ ہوگا۔ تحریف کرتے شرم تو نہ آئی ہوگی اور تحریف بھی ایسی کھلی اور باطل تحریف کہ کوئی جاہل بھی نہ کرے۔ حدیث شریف میں سلسلہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُتریں گے پھر شادی کریں گے پھر اولاد ہوگی۔ ۴۵ برس دنیا میں رہ کر انتقال فرمائیں گے۔ پس میرے مقبرہ میں دفن کیے جائیں گے۔ ایسے موقع پر کوئی کودن بھی نہ کہے گا کہ قبر کے معنی مزار نہیں ہیں باغ جنت ہے باغ جنت تو اُن حضرات کے غلاموں کیلئے بھی ہے اور ان کی قبریں قطعہ جنت بنی ہوئی

ہیں، مگر قبر کے معنی کا انکار تو کسی طرح بنتا ہی نہیں۔ حدیث میں یہ بھی ہے کہ پھر (حشر کو) میں اور عیسیٰ (علیہ السلام) ایک مقبرہ سے اٹھیں گے ابوبکر و عمر کے درمیان۔ اب اگر قبر کے معنی واقعی مراد نہ لو تو باغ جنت ہے۔ یہاں کس طرح مراد ہو سکتا ہے۔ حدیث شریف کا ایک ایک کلمہ حافظ جی کی اس تحریف کو باطل کر رہا ہے۔ مرزائیوں کی غیرت پر حیرت ہے کہ انہیں ایسی صریح باطل بات زبان سے نکالنے کی جرأت کس طرح ہوتی ہے۔

حافظ جی نے ہماری نقل کردہ ایک حدیث پر اور ہاتھ صاف کرنے کی کوشش بے جا کی۔ مگر بے چاروں نے حدیث پڑھی ہوتی تو یہ تمیز آتی کہ حدیث پر تنقید کس طرح کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے ناحق براہ عناد یہ لکھا کہ فلاں حدیث معتبر نہیں۔ ان کے لیے سیدھی سی بات وہی تھی جو مرزا جی نے کہی کہ "جو حدیث ان کی مرضی کے خلاف ہو وہ ردی کی ٹوکری میں"۔ (معاذ اللہ) وہ ناحق صاحب کنز العمال کو بدنام کرتے ہیں اور ابن عساکر کی تمام روایتوں کو ناقابل اعتبار بتاتے ہیں۔ انہیں اتنی تمیز کہاں کہ کسی کتاب کو نامعتبر کہنا تو کیا حدیث کو ضعیف کرے گا اگر خاص کسی حدیث پر جرح مبہم کی جائے وہ بھی پایہ اعتبار سے ساقط نہیں ہوتی اور جرح مبہم کسی حدیث کو ناقابل استدلال نہیں کر سکتی ورنہ ہر حدیث کو جو چاہے نامعتبر بتا دیا کرے، کبھی اصول حدیث کو خواب میں بھی دیکھا ہے کچھ بو دگی تھی تو وجہ ضعف لکھی ہوتی اور ایک حدیث ضعیف بھی ہوتی تو جب اس مضمون کی بکثرت صحیح حدیثیں وارد ہیں اور اس پر امت کا اجماع ہے تو انکار کا کیا محل؛ بلکہ فرض کرو کوئی اور حدیث اس مضمون کی نہ ہوئی صرف

ایک حدیث ہی ہوتی اور وہ بھی ضعیف ہوتی تو کیا قابل انکار تھی۔ بقول مرزا صاحب تھی تو حدیث ہی کسی مدعی مہدیت و مسیحیت کے الہام کی ڈینگ تو نہ تھی کیوں نہ مانی جاتی۔ ضعیف حدیث اس وقت چھوڑی جاتی ہے جبکہ وہ قوی صحیح کے معارض ہو اس کا معارض ہی کہاں ہے؟ افسوس بے علمی اور مدارک علمیہ میں دخل دے کر اپنا ایمان برباد کرنا' اللہ ہدایت کرے۔

موطا امام مالک کی حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے اس سے یہ معنی نکالنا کہ حضرت عائشہ کے حجرہ میں تین مقبروں ہی کا ہونا مقدر تھا۔ حافظ جی کی مزید جہالت کا ثبوت ہے۔ حدیث میں اس کی رمق بھی نہیں یہ خالص افترا اور محض بہتان ہے۔ غیرت ہو تو حدیث میں وہ لفظ بتائیں جس کا ترجمہ یہ ہو کہ حجرہ صدیقہ میں تین قبروں ہی کا ہونا مقدر تھا۔ آپ کے دین کا مدار ایسی افترا پردازیوں ہی پر ہے۔

ثبوت شے کا نفی ماعدا کی دلیل کس نے مانا ہے یہ تو ایک علمی اصول ہے۔ آپ اس کو نہ سمجھ سکے تو اتنا سمجھنا بھی آپ کی عقل سے بالاتر تھا کہ خواب میں کسی کو ایک شے کے پیدا ہونے کی خبر ملنا اس کے اور اولاد ہونے کا انکار نہیں۔ خواب کے ذریعہ سے حضرت امام حسن کی ولادت کی خبر دی گئی تو کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ حضرت خاتون جنت کے اور اولاد ہی نہ ہوگی۔ اگر حضرت صدیقہ کے اس خواب میں ان کے حجرہ مبارکہ میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین جلیلین کے مدفون ہونے کی خبر ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضرت صدیقہ کے زمانہ میں یہ تین حضرات آرام فرمائیں گے۔ نہ یہ معنی کہ پھر اور قبر ہی نہ ہوگی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا دفن ان

کے زمانہ میں نہیں اس لئے ان کی خواب میں اس کا بیان بھی نہیں اور بیان کی حاجت بھی کیا جبکہ صحیح حدیثوں میں صراحت کے ساتھ اس کا بیان موجود ہے تو کیا خواب میں اس کا بیان نہ ہونے سے ان تمام صحیح احادیث کا انکار جائز ہو جائے گا؟

نفس امر یہ ہے کہ مرزائی اور حدیث سمجھیں؟ وہ تو سمجھیں ہیں نہ سمجھیں گے۔ دین میں سمجھ کے لئے ایمان شرط۔ جب شرط نہیں تو مشروط کہاں سے آئے؟

حدیث کو مرزا جی اور اُن کے حوارئین کیا سمجھ سکتے ہیں جبکہ بقول حافظ جی مدتوں تک قرآن کریم کے لفظوں کو بھی مرزا جی نہ سمجھ سکے بلکہ ان کے الہام کرنے والے نے بھی ان کو نہ سمجھایا۔ برسوں ایسے عقیدہ میں مبتلا رہنے دیا جو ان کے خلیفہ نمبر۲ کے نزدیک مشرکانہ عقیدہ ہے"۔ حافظ جی کا دعویٰ ہے کہ "جب تک صریح طور پر مرزا صاحب کو خدائے تعالیٰ نے خبر نہیں دی وہ بھی مسلمانوں کے رسمی عقیدہ کو تسلیم کرتے رہے"۔ کیا حافظ جی نے یہ سمجھ لیا ہے کہ دنیا میں کوئی عقل والا رہا ہی نہیں جو اتنی موٹی بات کو بھی جان جائے کہ کسی معاملہ میں حرام و حلال جائز و ناجائز کا امر یا نہی دوسری چیز ہے اور ایک تاریخی واقعہ بلکہ ایک لفظ کے معنی لغوی دوسری چیز' مرزا جی تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ "توفی کے معنی درحقیقت موت ہیں"۔ تمام آیتیں تمام حدیثیں تمام لغت عرب بقول ان کے سب کے سب اسی کی تائید کرتے ہیں۔ بس اس سے اتنا تو ثابت ہو گیا کہ:

(۱) مدتوں برسوں مرزا جی تمام آیتوں' تمام حدیثوں تمام لغت عرب کے معنی (بقول خود) غلط سمجھتے رہے۔ اس وقت تک ان کے نزدیک بھی تمام آیتوں تمام

حدیثوں تمام لغت عرب میں توفی کے معنی درحقیقت موت کے نہ تھے اب اس کے بعد سمجھے تو لغت عرب کے ذریعہ نہ سمجھے۔ قرآن کے ذریعہ نہ سمجھے، حدیث کے ذریعہ نہ سمجھے بلکہ (بزعم خود) صرف اپنے الہام سے سمجھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں (ازالہ اوہام ص ۵۶۱) اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح بن مریم فوت ہو چکا ہے "۔اس الہام سے مرزا جی یہ سمجھے کہ توفی کے معنی درحقیقت موت ہی کے ہیں"۔

پس اب نہ (مرزائیوں کو) قرآن سے مطلب نہ حدیث سے، غرض نہ لغت عرب سے بحث، صرف یہ دیکھ لینا ہے کہ مرزا جی کا الہام سچا یا جھوٹا خدا کی طرف سے ہے یا شیطان کی طرف سے۔ اس کی پہچان خدائے قدوس نے قرآن کریم میں بتا ہی دی کہ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۔ (پ ۵، سورہ النساء آیت ۸۲) اگر یہ قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو تم اس میں بہت اختلاف پاتے یعنی جن الہاموں میں اختلاف ہو وہ خدا کی طرف سے نہیں۔ انصاف پسند حضرات بغور دیکھیں کہ اس مزعومہ الہام کی رو سے اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کے معنی ہوئے "میں تجھے مارنے والا ہوں"۔ چنانچہ بقول مرزا جی حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے۔

اب دوسرا مزعومہ الہام دیکھئے جناب مرزا صاحب براہین احمدیہ ص ۵۱۹۔۵۵۷ میں فرماتے ہیں کہ "بعد اس کے الہام ہوا یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ اے عیسیٰ (یہاں عیسیٰ سے مراد جناب مرزا صاحب ہیں اس لئے کہ یہ الہام ان پر ہو رہا ہے۔ ان کے متعلق ہے، معاذ اللہ) میں تجھے کامل اجر بخشوں گا نیز فرمایا اے عیسیٰ (مرزا غلام احمد) میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اُٹھاؤں گا"۔

خدارا انصاف شرط ہے۔ للہ! کوئی غور کرے کہ اس مزعومہ الہام میں جبکہ لفظ متوفیک مرزا صاحب کیلئے استعمال کیا گیا تو الہام ہی میں اس کے معنی ''کامل اجر بخشوں گا'' فرمائے گئے۔ ''پوری نعمت دوں گا'' بتائے گئے اور جب یہی وحی ربانی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے متعلق قرآن کریم میں ذکر ہوئی تو مرزا جی ہی کے مزعومہ الہام میں یہ معنی بتائے گئے کہ ''وہ فوت ہو چکا ہے''۔ وہی لفظ جب مرزا جی کے لئے الہام میں بولا گیا تو الہام کرنے والے نے اور معنی بتائے۔ وہی لفظ بالکل اُسی شان سے اسی عبارت میں جب عیسیٰ علیہ السلام کیلئے آیا تو الہام کرنے والا دوسرے معنی بتائے یا تو یہ مرزا جی پر الہام کرنے والا دروغ گورا حافظہ نباشد کا مصداق ہے یا الہام کا مدعی ہی مفتری وکذاب۔

سچے خدا کا الہام ہمیشہ سچا

اس شکل کو دیکھتے ہوئے ہمیں یقین ہے کہ مرزائی صاحبان اپنی آئندہ تحریروں میں ''توفی'' کے معنی کے متعلق جہاں اور شرطیں لکھتے رہے اب اس شرط کا اضافہ کر دیں گے اور یہ لکھیں گے کہ ''توفی باب تفعل سے ہو فاعل اللہ ہو مفعول بہ خاص حضرت عیسیٰ بن مریم مسیح ناصری علیہ السلام ہوں تو اس کے معنی موت ہی کے ہوں گے''۔ ورنہ اگر وہ یہ شرط نہ لگائیں گے تو ان کے چیلنج کے جواب میں مرزا جی کے مزعومہ الہام براہین احمدیہ ص ۵۱۹، ۵۵۷ کو پیش کر دیا جائے گا۔ اس لئے کہ مرزا جی کو بھی تو اعجازی کلام کا دعویٰ ہے ہی اور اس کے معنی چونکہ وہیں (بہ زعم مرزا جی) الہام

ہی میں بیان کر دیے گئے ہیں۔ لہذا مرزائیوں کو ان کے ماننے میں انکار بھی نہ ہوگا۔

(۲) "حافظ جی نے اپنی اس عبارت میں یہ بھی مان لیا کہ حیات مسیح مسلمانوں کا رسمی عقیدہ تھا۔ اسی لیے مرزا جی اُسے تسلیم کرتے رہے"۔

پس جب حافظ جی کو یہ تسلیم ہے کہ حیات مسیح تمام مسلمانوں کا عقیدہ تھا تو اس میں بھی انہیں تامل نہ ہوگا کہ اس کے بعد (مزعومہ الہام ہی کے ذریعہ سہی) جو عقیدہ ممات مسیح کا سکھایا وہ اس عقیدہ کے خلاف ایک نیا طریقہ تھا۔

اب ہم حدیث شریف میں دیکھتے ہیں کہ پرانے طریقہ کے خلاف نیا طریقہ بتانے والے کون ہوتے ہیں؟ اور ہمیں ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ان بین یدی الدجال کذابون ثلثون او اکثر قال ما ایتھم قال ان یاتوک بسنة لم تکونوا علیھا بغیرون بھا سنتکم و دینکم فاذرایتموھم فاجتنبوھم وعا دوھم"

(رواہ الطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

دجال سے پہلے تینتیس (۳۳) یا زیادہ کذاب ہونگے۔ ایک صحابی نے پوچھا کہ ان کی نشانی کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا "کہ وہ تمہارے پاس وہ طریقہ لے کر آئیں گے جس پر تم پہلے نہ ہوگے وہ اپنے اس طریقہ سے تمہارے طریقہ اور دین کو بدل ڈالیں گے۔ جب تم انہیں دیکھو تو اُن سے بچنا اور ان سے عداوت رکھنا"۔

(کنزالعمال ص ۱۷۱ ج ۷)

ناظرین! آپ نے دیکھ لیا' سن لیا۔ حضور رسول علیہ السلام نے ہمیں ذرا ذرا سی باتوں کی بھی خبریں پہلے ہی سے دے دیں ہر قسم کی پہچانیں بتا دیں۔

فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ !!!؟

اب بھی اس دجالی فتنہ سے بچو گے؟

حافظ جی کی دو ورقیوں کا جواب مختلف عنوانوں کے ماتحت ختم ہوا۔ ان کا اس دو ورقی میں آخری جھوٹ کہ (حافظ جی کی) ''ان تحریروں نے'' ''ہمیں پریشان کیا ہے''۔ مارشس والوں پر روشن کہ پریشان ہم تھے یا حافظ جی۔ جواب کا ''دندان شکن'' ہونا دلائل سے ظاہر۔ بہر صورت ہمیں اس فضولیات سے کچھ سروکار نہیں۔ وہ ہمیں اس سے زیادہ سب وشتم کرلیں لیکن خدارا اللہ جل علا اور رسول سلم اللہ علیہ وصلی پر حملہ سے باز آئیں۔

باوصف مشاغل کثیرہ چلتے چلتے قلم برداشتہ دو نمبروں کے جواب دے ہی چکا تھا۔ اب کہ جہاز میں سفر کر رہا ہوں چاروں طرف نصاریٰ کا ہجوم ہے۔ خود میری کیبن میں چار کیتھولک پادری' میرے قریب کی کیبن میں پادریوں کا انسپکٹر پروٹسٹنٹ پادری وغیرہ بھی بہت سے آزاد خیال افراد میں بھی بہت سے منچلے...... میرا وہی حال ہے جو مارشس میں تھا۔ چاروں طرف مختلف قسم کے مسائل پوچھنے والے ہجوم کیے ہوئے اور میں تن تنہا جواب دینے کیلئے۔ یکسوئی کے ساتھ تحریر کی مہلت عنقا۔ پھر اس پر یہ عجیب ماجرا کہ ایک طرف دائیں آنکھ میں سخت درد' دوسری طرف تکلیف درد

معا بمنہ تعالیٰ اسی حالت میں جو کچھ لکھا گیا وہ حاضر۔

مالک عالم کلام میں اثر دے جو ناظرین کے قلوب کو انوار ہدایت سے بھر دے۔ اگر اسے دیکھ کر ایک مرزائی بھی راہ راست پر آ گیا تو یہ بہترین ثمرہ ہوگا۔ مجھے مسودہ کو صاف کرنا تو کجا بغور نظر ثانی کی بھی فرصت نہیں۔ اس لئے ناظرین سے التجا کہ اگر کہیں سہو و ستی پائیں معاف فرمائیں اور بالفرض ناقل و کاتب صاحب سے کتابت میں غلطی ہو تو مجھے ذمہ دار نہ بنائیں۔ بلکہ خود اصلاح فرمالیں۔ دعائے خیر میں ہمیشہ یاد کرتے رہیں کہ مالک عالم اعدائے دین کی سرکوبی اور دین متین کی صحیح خدمت کیلئے مزید قوت و ہمت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ بجاہ طہٰ و یٰسین صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

محمد عبد العلیم الصدیقی القادری

کیبن نمبر ۱۲۱۹ ایس ایس جنرل وارد

یکم مئی ۱۹۲۹ء

☆☆☆==============☆☆☆

ضروری گذارش

حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب صدیقی مدظلہ العالی کی مستعدی قابل صد ہزار تبریک وتہنیت کہ باوصف مشاغل کثیرہ وتعب سفر۔ نیز ایسی حالت میں کہ نہ حوالہ دیکھنے کیلئے کتابیں موجود' نہ غور وتامل کیلئے دماغ کو یکسوئی حاصل' مرزائی حافظ جی کی دو ورقیوں کے جواب قلم برداشتہ ایسے مدلل و جامع و مانع تحریر فرمائے کہ مارشس کے مرزائی حافظ جی تو کیا اگر خود مرزا جی بھی قبر سے اُٹھ کر دیکھیں تو انگشت بدنداں ہی رہ جائیں۔

مرزائی حافظ جی نے اپنی دو ورقیاں جان بوجھ کر ایسے وقت باہر نکالیں جبکہ مولانا مارشس سے روانگی کیلئے پابرکاب تھی تاکہ جواب نہ دیا جاسکے اور ان کو باتیں بنانے کا موقع ملے۔ مگر زہے ہمت کہ اسی مختصر وقت میں ان کا جواب ڈپلی کیٹر کے ذریعہ نقلیں لے کر مارشس میں تقسیم کیا گیا۔

چونکہ مارشس میں کوئی ایسا مطبع نہیں جہاں مکمل اجوبہ کی بصورت کتاب طباعت ہو سکتی' اتنے دور دراز جزیرہ میں بیٹھ کر ہندوستان میں طباعت کا انتظام کوئی آسان کام نہ تھا۔ پھر مطابع کی حالت بھی ظاہر کہ اہل علم بے علم افراد کے دست نگر باوصف نگرانی اغلاط کتابت سے نجات دشوار' نظر برآں تاخیر اشاعت وبعض اغلاط کتابت پر عفو وتقصیر عرض اور التماس کہ صحت نامہ کے ذریعہ کتابت کی غلطیاں درست فرمالیں۔ المنۃ اللہ کہ جس کام کو شروع کیا گیا پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ رب العالمین شرف قبول فرمائے اور اپنے جس خاص بندہ کو مصارف طباعت واشاعت برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائی انہیں دارین کی نعمتوں سے مالامال بنائے۔ آمین ثم آمین۔ "ناشر"

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی حَبِیْبِہِ الْکَرِیْمِ

عزیزی ومحبی حامی دین ناصر شرع متین مولانا الحاج شاہ محمد عبد العلیم صاحب صدیقی سلمہ العلی الولی وحفظہ من شر کل غوی وایدہ بالاید القوی نے مرزائی کا قلم برداشتہ جواب سفر کی روا روی اور جہاز پر ملاقاتوں کے ہجوم میں ایسا لکھا کہ باید وشاید۔ حقیقت واضح ہو گئی اور مرزائیت کے بطلان کا پردہ فاش ہو گیا۔

مرزائی مبلغ کا رد بحمد اللہ ابلغ وجہ پر ہوا اور مرزائی دین کی بنیادیں متزلزل ہو گئیں۔ سلاست بیان، روانی مضمون، قوت دلیل، حسن ادا ایک ایک بات قابل تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ جناب مولانا کی اس تحریر کو گم گشتگان راہ کے لئے ذریعہ ہدایت بنائے۔ درحقیقت مولانا موصوف اسلام کی بہت بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں اور انہوں نے دور دراز ممالک اور جزائر میں پہنچ کر بر و بحر کے سفروں کی صعوبتیں برداشت کر کے اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے اپنی خدمتیں وقف کر دی ہیں۔

جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

کتبہُ العبد المعتصم بحبلہ المتین محمد نعیم الدین

المراد آبادی غفرلہ الہادی

===============